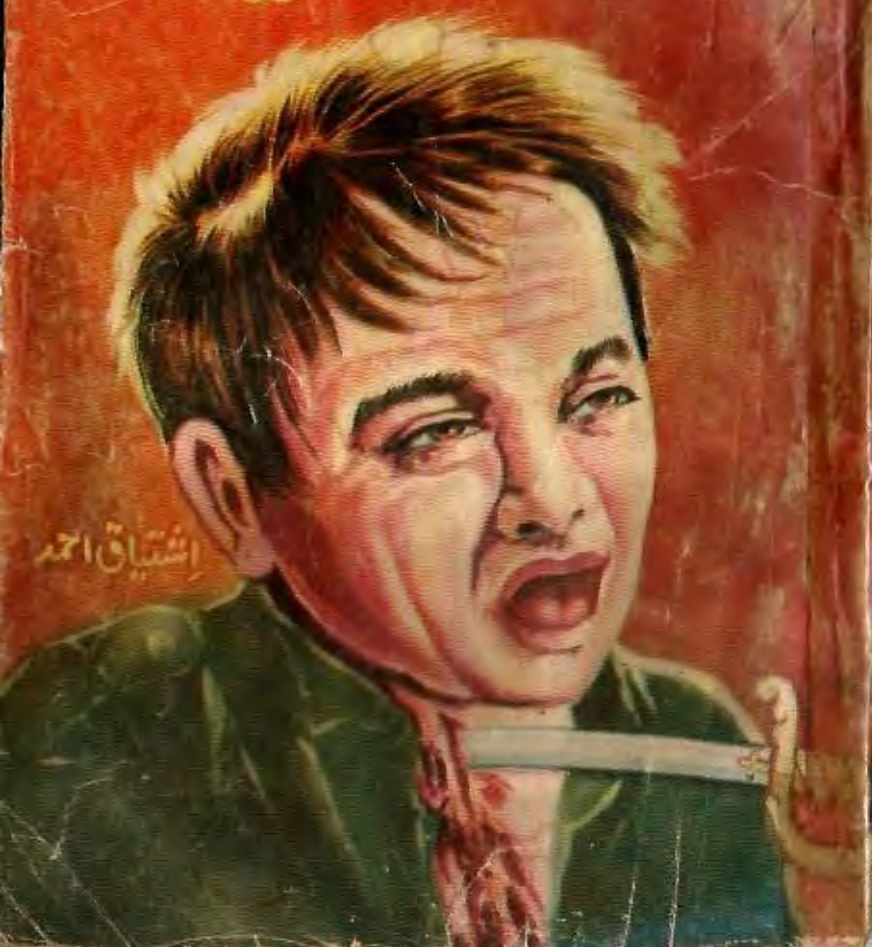


خون کا گریہ



اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شوکیہ سیرِ نیرۂ ۲۲

خوشنک تصویر

اشتیاق احمد

حدیث شریف

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :
سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تمہیں کھانے پینے اور آرام لینے سے روکے رکھتا ہے، جب تم میں سے کوئی اپنی ضرورت پوری کر لے تو اسے اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹنے میں جلدی کرنی چاہیے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

جلد حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

بار اول : یکم دسمبر ۱۹۸۵ء
طابع : اشتیاق احمد
مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور
سرورق : شمس، لاہور
طباعت سرورق : پسریم پرنٹرز، لاہور
قیمت : چھ روپے

اشتیاق پہلی کثیر زاپچوت مارکیٹ اردو بازار لاہور

دو باتیں

بند محلے پڑھ کر ایک ہندو بھائی نے اعتراف سے بھرپور خط لکھا تھا۔ کسی ناول کے دو باتیں میں نے نے مجھے انے کا ذکر کر دیا تھا۔ انہوں نے خط میں اپنا پورا پتا بھی لکھا تھا اس لیے اس کے ذائقے کے طور پر پتہ بھی خط لکھا گیا تھا۔ داد کے مرجان کے جواب میں بھی ایک خط ملا ہے، گالیوں سے بھرپور لیکن گالیوں دینے والے صاحب نے اپنا نام اور پتا نہیں لکھا۔ افسوس، انہیں ذاتی طور پر جواب نہیں دیا جاسکتا۔ بہتر ہوتا، اگر وہ اپنا نام پتا لکھ دیتے۔ ہر مذہب اور ہر دین کا آدمی صرف اپنے دینے اور مذہب کو ہی درست سمجھتا ہے، حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہم حقائق کے تلاشی میں نکلیں۔ بالکل درست راستہ اپنا دینے تاکہ آخرت محفوظ جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم مشرک ہو کر رہ جائیں یا مرتد ہو کر۔ اسے غرض کے لیے میں نے سبھی نظریات کے کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تحقیقی کتب کا سہارا لیتا ہوں اور پھر بزرگوں کے خیالات جاننے کے کوشش کرتا ہوں۔ صاف ظاہر ہے صحابہ کرام اور ان کے بعد اولیاء کرام، صوفیاء کرام اور امام حضرات اور مجدد حضرات عقل اور فہم و فراست میں ہم بزرگوں سے بدرجہا افضل اور اعلیٰ

تھے۔ دینے اور مذہب کو جسے قدر انہوں نے سمجھا، ہم تو ان کے خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے، لہذا گالیوں دینے کے بجائے ضرورت اس امر کے ہے کہ حقیقت کو جاننا جائے۔ صرف اس بات پر نہیں اڑ جانا چاہیے کہ بس ہم ہی درست ہیں اور باقی سب غلط۔ اسے سوچ کا انجام آخرت میں بھیانک بھی ہو سکتا ہے۔ ایک کتاب اگر آپ کے نظریات کے خلاف ہے تو اس کے تہ میں اتر کر دیکھیں۔ تہ میں اترنے کے لیے دوسری تحقیقی کتابوں کا انتخاب کریں۔ ان کا مطالعہ کریں۔ ہر موضوع پر کتابیں مل جاتی ہیں، صرف اپنی ہم خیال کتابوں کا مطالعہ کافی نہیں، کھوج لگانے کے لیے مطالعے کے دائرے کو وسیع کرنا ہوگا۔ تب کہیں جا کر ہم موازنہ کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں، بہر حال میں ایک ناول نگار ہوں۔ مورخ نہیں، عالم نہیں۔ اپنی ناقص سمجھ کے مطابقت ناول لکھتا ہوں۔ کسی فرقے گروہ یا مذہب کے دل شکنی میرے مراد نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دنیا بھر کے لوگ ایک اٹل حقیقت کو جاننے کے کوشش کریں۔

—

کیس کیا ہے

جونہی ہماری نظریں دروازے کی طرف اٹھیں، کانپ ہی تو گئے۔ وہاں جلالی نور صاحب تشریف فرما تھے۔ اور اس کی آنکھیں ہم پر اس طرح جمی تھیں جیسے اب کبھی نہ ہٹیں گی اور وہ ساری زندگی دروازے پر کھڑا ہمیں گھورتا رہے گا، اور ہم ڈرے ڈرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے چلے جائیں گے۔ لیکن پھر ایسا ہوا کہ وہ اندر آ گئے اور سرد آواز میں بولے :

"کیا ہو رہا ہے؟"

"نچ - جی - کچھ بھی نہیں - ہونا کیا ہے - مم - میرا مطلب ہے آپ کے ہوتے، کیا ہو سکتا ہے -" میں نے گڑبڑا کر کہا۔
 "اں! یہ تو خیر ٹھیک ہے کہ میرے ہوتے کیا ہو سکتا ہے -
 ہائیں کیا مطلب - کیا تم مجھے ننھا کر رہے ہو -" اسی نے پہلے تو پراسکوں انداز میں کہا، پھر جھٹکا کر۔

"نچ - جی نہیں تو - جھلا ہماری ایسی جرات کہاں - کہ آپ کو

ناول پڑھنے سے پہلے،

یہ دیکھ لیں کہ

○ یہ وقت نماز کا تو نہیں؟

○ آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔ کل آپ کا کوئی

ٹسٹ یا امتحان تو نہیں؟

○ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

○ آپ نے کسی وقت تو نہیں دے رکھا؟

مگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بھی بات ہو تو ناول

المدی میں لکھ دیں پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے خارج

ہوں گے پھر ناول پڑھیں۔

مخلص :

اشتیاق احمد

نکلتا کہیں۔ " آفتاب بڑبڑایا۔

" نیز خیر۔ میں اس طرف سے گزر رہا تھا، سوچا، تمہیں بھی دو چار جھڑکیاں دیتا چلوں۔ " اس نے برا سا منہ بنایا۔

" جھڑکیوں کے لیے شکریہ اٹکل۔ ہمیں ان دونوں جھڑکیوں کی کمی بھی بہت محسوس ہو رہی تھی۔ کوئی دینے والا ملتا ہی نہیں تھا۔ "

آفتاب جلدی جلدی بولا۔

" ٹر ٹر نہ کرو۔ میں ایک اور خیال سے بھی لڑکا ہوں۔ سنو۔ میں بھی تم سے ایک کیس حل کرانا چاہتا ہوں۔ "

جلالی فوراً اگر ہمیں اندر داخل ہوتے ہی تھپڑوں سے مارنا شروع کر دیتا۔ یا پستول نکال کر ہمیں گولیوں کا نشانہ بنانے کی دھمکی دے دیتا تو بھی ہمیں اس قدر حیرت نہ ہوتی جتنی یہ جملہ سن کر ہوئی ہے

پہلے تو ہم دھک سے رہ گئے۔ پھر بوکھلا کر اس کی طرف دیکھا۔ آخر اشفاق نے بے یقینی کے عالم میں کہا،

" کیا آپ ہم سے مذاق کے موڈ میں ہیں؟ "

" تم بھی کوئی مذاق کرنے کی چیزیں ہو۔ "

" اوہ۔ نہیں تو۔ مذاق کرنے کی چیزیں تو ہم واقعی نہیں ہیں۔ "

اشفاق نے معصومانہ لمبے مین کہا۔

" تب پھر۔ تم نے یہ کیوں کہا؟ "

" ہمارا مطلب؟ آپ اور ہم سے کیس حل کرائیں گے، ہم ہی

کس کھیت کی موبیاں۔ "

" پتا نہیں۔ مجھے موبیوں کے کھیت کا کوئی تجربہ نہیں۔ میری بات کا جواب دو۔ " جلالی فوراً نے جھٹکا کر کہا۔

" کوئی بات کا؟ "

" میں تم لوگوں سے ایک کیس حل کرانا چاہتا ہوں۔ بولو۔ کر دو گے۔ "

" کرنا ہی ہو گا۔ لیکن اٹکل۔ آپ اپنا کیس خود ہی کیوں حل نہیں کر لیتے۔ " آفتاب بولا۔

" اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ تو تم کیس حل کرنے پر آمادہ ہو۔ "

" جی ہاں۔ بالکل۔ " میں نے فوراً کہا۔

" اچھا تو پھر پہلے میری شرط سن لو۔ "

" جی ایک کیا۔ ہم تو آپ کی سوشل سائنس کے لیے تیار ہیں۔ " آفتاب بول اٹھا۔

" سوشل سائنس کے مجھے کیا ضرورت۔ تم خاموش نہیں رہ

سکتے۔ " جلالی فوراً بول اٹھا۔

" جی۔ جی ہاں۔ کیوں نہیں۔ رہ کیوں نہیں سکتا۔ "

" میری شرط یہ ہے کہ تمہیں میرا کیس بالکل مفت حل کرنا

ہو گا۔ "

"جی کیا فرمایا۔ بالکل مفت۔" آفتاب نے چیخ کر کہا
عین اسی وقت اندرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ میں سمجھ گیا
امی جان ہیں، فوراً اٹھ کر دروازے پر گیا، دروازہ تھوڑا سا کھلا
ہوا تھا، جھری میں سے امی جان کی شکل نظر آئی۔ ساتھ ہی ان
کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"اس وقت تمہارے کمرے میں شاید کوئی موکل موجود ہے۔ اور
وہ بالکل مفت کیس حل کرنا چاہتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے ناشوک؟"
"جی ہاں۔ سو فیصد ٹھیک ہے۔" میں بولا۔
"اچھا تو شوکی۔ اس سے کہہ دو کہ تمہیں بمفت کیس حل کرنا
منظور نہیں۔"

"نک۔ کیسے کہہ دوں امی جان۔ آپ کو معلوم بھی ہے۔
دفتر میں کون موجود ہے۔" میں نے سرگوشی کی۔
"کون ہے؟" انہوں نے، بڑا سا مزہ بنایا۔

"انکل جلدی نور۔ یعنی انکپٹر پولیس۔"
"کیا۔ ایک پولیس انکپٹر بھی تم سے کیس حل کرنا چاہتا ہے۔
یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ حیرت زدہ رہ گئیں۔
"جی۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ بلکہ
میں تو خود حیران ہوں۔"

"گیا تم انکار نہیں کر رہے۔"

"نہیں امی جان۔ زندگی میں پہلی بار تو موقع ملا ہے۔ اس
شخص سے صلح کرنے کا۔ ہم اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے
دیں گے۔"

"گویا تم اس کے لیے کیس حل کرو گے۔"
"جی ہاں۔ یہیں ایسا کرنا بھی چاہیے۔"

"ہوں۔ اچھا خیّر۔ تمہاری مرضی۔" انہوں نے کہا اور
مڑی ہی تھیں کہ ابا جان سے ٹکرا گئیں جو دبے پاؤں ان کی
طرف براہ رہے تھے۔ دونوں بڑی طرح لڑکھڑائے۔

"اُن تو بہ۔ آخر اس طرح چُپ چپاتے آنے کی کیا ضرورت
تھی۔"

"میں سنا چاہتا تھا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں ماں بیٹے کے
درمیان۔" ابا جان مسکرائے۔

"آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کر رہے تھے ہم۔" امی جان
نے تھکا کر کہا۔

"اس بات کا تو مجھے یقین ہے۔" انہوں نے فوراً کہا۔
"کس بات کا۔" امی جان حیران ہو کر بولیں۔

"اس کا کہ میرے خلاف کوئی بات نہیں ہو رہی تھی۔ خیّر
معاذ کیا ہے۔"

"دفتر میں جلدی نور موجود ہے اور ان سے ایک عدد کیس

حل کرنا چاہتا ہے۔ وہ بھی بالکل مفت۔

منور کر دو۔ آخر وہ قانون کا محافظ ہے۔" آبا فرما بولے۔

"آپ بھی یہی کہہ رہے ہیں۔" امی جان تنک کر بولیں۔

"اوہو۔ تو کیا۔ تم نے بھی انھیں یہی مشورہ دیا ہے۔" آبا

جان نے خوش ہو کر کہا۔

"میں نے تو نہیں۔ انھوں نے صرف مجھ سے یہی کہا ہے

کہ کیس حل کرنا ہی ہو گا۔" وہ جل گئیں۔

"تب تو انھوں نے ٹھیک ہی فیصلہ کیا ہے۔ لہذا انھیں آپس

میں بیٹھنے دیں۔ آجے اندر چلیں۔"

"میری تو اس گھر میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔" امی

جان نے پاؤں پٹختے۔

"اے اے۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" میں نے بروکھ

کر کہا۔

لیکن اس وقت تک آبا جان امی جان کو بازو سے پکڑ کر باچکے

تھے۔ میں مینر کی طرف مڑا۔

"بھئی یہ کیا کھسکھسہ لگا رکھی ہے۔ یہ کیا طریقہ ہے۔ دتر

میں مڑکل بیٹھا ہے اور تم گھر والوں سے کھسکھسہ کر رہے ہو

جلالی نور بولا۔

"مڑکل بھی بالکل مفت کا۔" آفتاب نے لہو دیا۔ وہ اُسے

گھور کر رہ گیا۔

"ٹھیک ہے انکل۔ چونکہ ہم آپ کو انکل کہتے ہیں اور ہمارے

آپس کے تعلقات بھی بہت خوشگوار چلے آ رہے ہیں۔ اس لیے

ہم آپ کے لیے ہر جائز کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اور

بغیر کسی معاوضے کے۔" میں نے جلدی جلدی کہا۔

"بہت خوب۔ مگر یہ تم نے کیا کہا کہ میرے اور تمہارے

تعلقات خوشگوار چلے آ رہے ہیں؟ جلال نور کے لیے میں حیرت

تھی۔

"تو اور کیا۔ کیا نہیں چلے آ رہے۔"

"ہاں آ۔ چلے۔ چلے تو آ رہے ہیں۔"

"تو اب مہربانی فرما کر انھیں بروکھ کی کوشش نہ کریں۔"

آفتاب بول پڑا۔

"کن کی بات کر رہے ہو۔" میں نے آفتاب کو گھورا۔

"جی۔ تعلقات کی۔ بے چارے۔ نہ جانے کن حالات میں۔"

خوشگوار چلے آ رہے ہیں۔" اس نے صمسن صورت بنائی۔

"اچھا بس۔ اب خاموش رہو۔ ہاں تو جناب انکل۔ کیس

کیا ہے؟"

"تم لوگوں کو ایک تصویر تلاش کرنی ہے۔" اس نے کہا۔

"تصویر۔ کیسی تصویر۔ اور ہم اے کس لیے تلاش کریں۔"

اشفاق کے لیے میں حیرت محسوس کرتی تھی۔
 وہ وہ ایک خوفناک تصویر ہے۔ تلاش اس لیے کر گئے کہ
 میں چاہتا ہوں۔ جنہی تمہیں وہ تصویر کہیں نظر آئے، مجھے
 خفیہ طور پر اطلاع دینا۔ خفیہ طور سے میری مراد یہ ہے کہ
 میرے علاوہ کسی کو بھی تصویر کے بارے میں کچھ نہ بتانا،
 اگر بتایا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔
 ”آپ سے برا تو۔“ اخلاق کہتے کہتے رک گئی۔ کیونکہ
 جلالی نور نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔
 ”آخر وہ کس قسم کی تصویر ہے۔ ہم اسے کہاں تلاش کریں
 کیسے تلاش کریں۔ اس کے بارے میں آپ جو کچھ بھی بتا سکتے
 ہیں، بتائیے۔ تبھی ہم کچھ کر سکیں گے۔“
 ”ہاں! یہ تو غیر ممکن ہے۔ سو۔ وہ ایک بہت خوفناک
 تصویر ہے۔ تم دیکھو گے تو ڈر ہی جاؤ گے۔ ایک جیتی جاگتی
 تصویر۔ بہت ہی عجیب۔ ایک نوجوان فوجی کے گلے میں تلوار
 پیوست ہے۔ اس کی شہرہ سے خون بہہ رہا ہے، نوجوان
 کے چہرے سے شدید تکلیف کے آثار ظاہر ہیں۔“
 ”ہوں! سوال یہ ہے کہ آپ کو اس تصویر کی تلاش کیوں
 ہے۔“ اشفاق نے پوچھا۔
 ”یہ تصویر مصور کا کمال ہے۔ تقریباً چار فٹ لمبی اور تین

فٹ چوڑی ہے۔ فریم شدہ ہے۔ اس کے گرد سنہری رنگ کا
 فریم ہے۔ اس فریم کی دہ سے یہ کافی وزن ہے۔“
 ”فریم کڑی کا ہے؟“ اخلاق نے پوچھا۔
 ”نہیں پتیل کا۔ اور اس فریم کی دہ سے وہ کافی وزن ہے۔“
 ”ہوں! ہم اسے کہاں اور کیسے ڈھونڈیں۔ صاف ظاہر ہے۔
 سارے شہر کے گھروں کی تلاشی تو لیتے نہیں پھر سکتے۔“
 ”تم جاسوس ہو یا کیا ہو۔ وہ تصویر عامر رضا کی کوٹھی سے
 چوری کی گئی ہے۔ صاف ظاہر ہے، اسے کسی تصویروں کے
 شوقین نے چرایا ہوگا۔ یا پھر کسی ایسے شخص نے۔ جو اس
 تصویر کی اہمیت اور قیمت سے اچھی طرح واقف ہوگا اور اس
 نے سوچا ہوگا کہ کوئی بھاری قیمت دے کر مجھ سے تصویر
 خرید لے گا۔“
 ”کیسے خرید لے گا۔ چوری کی چیز خرید کر کیا وہ شخص مصیبت
 مول نہیں لے گا۔“
 ”نہیں لے گا۔ یہی تو بات ہے۔“
 ”کیا مطلب؟“
 ”عامر رضا صاحب نے بھی وہ تصویر کسی چور سے خریدی تھی
 اور اپنی تصویروں کی گیلری میں رکھ لیا تھا۔“
 ”جی کیا مطلب۔ چور سے خریدی تھی۔ انہوں نے یہ کیوں

نہ سوچا کہ چوری کی چیز ان سے واپس لی جا سکتی ہے۔
 "بات دراصل یہ ہے کہ وہ تصویر اس دنیا کے سب سے
 بڑے مصوّر کی بنائی ہوئی ہے۔ اس مصوّر کا نام پیکاڈے ہے۔
 اس کی ہر تصویر نیلامی کی صورت میں فروخت ہوتی ہے۔
 لوگ بڑے چرمہ کر بولی لگاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بولی کروڑوں
 روپے تک جا پہنچتی ہے۔ یہ تصویر عین نیلامی کے وقت اڑائی
 گئی تھی۔ اس کے اڑانے کے سلسلے میں بھی دنیا کے ایک
 بہت بڑے اچکے کا نام یا جاتا ہے۔ پولیس بھی فرار اس کے
 پاس پہنچی تھی۔ لیکن چونکہ تصویر اس کے پاس سے برآمد نہیں ہو
 سکی تھی، اس لیے پولیس اسے گرفتار نہیں کر سکی۔ عام خیال یہ
 ہے کہ اس نے تصویر اڑاتے ہی کسی شوقین یا کسی اور چور کے
 حوالے کر دی۔ اور اس نے ہمارے ملک میں لا کر عام رضا
 کے ہاتھ فروخت کر دی۔ پیکاڈے کا تعلق ملک وئٹاس سے ہے
 اور اس ملک سے ہمارے تعلقات ہمیشہ سے خراب چلے آ رہے
 ہیں، اس لیے عام رضا نے سوچا تھا کہ اگر کسی طرح وئٹاس
 کی پولیس کو یہ بات معلوم بھی ہو گئی کہ تصویر ان کے پاس
 ہے تو بھی وہ تصویر حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں کر سکیں
 گے۔ اب کسی ستم خریف نے وہ تصویر پھر عام رضا کے پاس
 سے اڑالی ہے۔ عام رضا تصویر کی گم شدگی کی رپورٹ درج

نہیں کر سکتے۔ اس طرح وئٹاس کی حکومت یہ شور مچا سکتی ہے
 کہ تصویر عام رضا کے پاس تھی، لیکن ہماری حکومت نے
 ان سے لے کر پیکاڈے کے حوالے نہیں کی۔ اس طرح
 اخبارات میں اس کے چرچے ضرور ہوں گے۔ اس لئے
 عام رضا نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں خفیہ
 طور پر تصویر تلاش کروں۔ وہ میرے بہت اچھے دوست
 ہیں۔"

"اوہ وہ اس تصویر کے بدلے میں کوئی بڑا انعام بھی
 دینے پر تیار ہوں گے۔" آفتاب نے اسے تیز نظروں سے
 دیکھا۔

"بھلا دوستوں سے بھی کوئی انعام لیتا ہے۔" جلالی نذر
 نے گھبرا کر کہا۔

"خیر۔ مطلب یہ ہوا کہ ہمیں باقاعدہ کام کرنا پڑے گا۔
 پہلے عام رضا صاحب کی کوٹھی جا کر ان کی گیدڑی کا ہانڈہ
 لینا ہو گا۔ حالات اور واقعات سننے ہوں گے اور پھر چور
 کا سراغ لگانا ہو گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہم چور
 تک پہنچیں۔ وہ تصویر کو آگے فروخت کر چکا ہو۔ کیونکہ ان
 حالات میں تو تصویر کے نہ جانے کتنے گاہک ہوں گے۔
 "ہاں! عین ممکن ہے، لیکن اگر تم نے چور کا سراغ لگا

یا تو پھر ہم اس سے یہ معلوم کریں گے کہ اس نے تصویر کس کے ہاتھ بنی ہے۔ اس سے تصویر حاصل کرنا مشکل نہیں ہو گا۔ عامر رضا کا نقصان پورا ہو جائے گا۔ میں دوستی کا حق ادا کر سکوں گا۔ اور تم سے "وہ کتے کتے رُک گئے۔"

"اور ہم کیا۔ کیسے کیسے۔ رُک کیوں گئے۔" یہیں تو کچھ بھی نہیں ملے گا۔" آفتاب نے جھنجھلا کر کہا

"ہاں۔ ملے گا کچھ نہیں۔ لیکن میری اور تم لوگوں کی دوستی ہو جائے گی۔ پھر میں تم لوگوں کی مخالفت نہیں کروں گا، بلکہ مدد کیا کروں گا۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انکل؟" اشفاق حیران ہو کر بولا۔

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

"تو پھر ہمیں بھی منظور ہے۔ ہم اس کیس پر جان توڑ کر کام کریں گے۔"

"تو پھر میں چلتا ہوں۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ کہ تصویر آپ خود کیوں تلاش نہیں کر لیتے۔ ہمارے ذریعے کیوں تلاش کروانا چاہتے ہیں۔"

"اس میں کچھ الجھنیں ہیں۔ ہم لوگ رپورٹ درج کیے بغیر کسی کیس پر کام نہیں کر سکتے۔ یہیں جہاں بھی جانا ہوتا ہے۔ جیسٹ

میں اندراج کر کے جاتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بات سمجھ میں آ گئی۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم ابھی اور اسی وقت سے اس کیس پر کام شروع کر رہے ہیں یعنی عامر رضا کے پاس جا رہے ہیں۔"

"ویری گڈ۔ مجھے تم سے یہی اُمید تھی۔ اب میں چلوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ہم سے دوستانہ انداز میں ہاتھ ملائے اور دفتر سے نکل گیا۔ اس وقت ہمیں خیال آیا کہ اس نے تو ہم سے زندگی میں پہلی بار ہاتھ ملایا تھا۔

"اُدھیں۔ عامر رضا کے ہاں ہو آئیں۔" میں نے کہا۔

ہم اُٹھے ہی تھے کہ ٹھٹھک کر رہ گئے۔ نظریں دروازے کی طرف اٹھی کی اٹھی رہ گئیں۔

دور کی بات

دروازے میں ایک صاحب کھڑے تھے۔ ان کی نظریں ہم پر جمی تھیں :

"آپ ہمیں ملنگی ہانڈھ کر کیوں دیکھ رہے ہیں جناب، خیر تو ہے۔" میں نے بڑا سا منہ بنایا۔

"میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا آپ لوگ واقعی شوکی برادرز ہیں؟"

"جی ہاں جناب اس میں تو خیر سرے سے کوئی شک ہے ہی نہیں۔" آفتاب فوراً بولا۔

"تو پھر شک کس میں ہے۔" وہ بولا۔

"جی۔ کیا مطلب۔ ہم سمجھے نہیں۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"یوں بات نہیں بنے گی، ایسا معلوم ہوتا ہے، آپ لوگ جی تو شوکی برادرز ہی۔ لہذا کیوں نہ میں اندر آ کر بات کر لوں۔"

"تو آپ کو رد کا کس نے ہے، آپ تو خود ہی باہر رگ کر رہ گئے ہیں۔" اشفاق نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر۔ میں اندر آ رہا ہوں۔ اُمید ہے، آپ لوگ مجھ پر کوئی الزام عاید نہیں کریں گے۔"

"جی۔ الزام۔ مثلاً کس قسم کا الزام۔"

"یہی۔ چوری کا۔ زبردستی اندر گھسنے کا۔"

"ارے ارے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، تو بے کیجئے جناب ابھی ہمارے دماغ نہیں چلے۔" اشفاق نے دونوں گالوں پر چپت مارتے ہوئے کہا۔

"دماغ نہیں چلے۔ یہ کیا بات ہوئی۔"

"مطلب یہ کہ ہم پاگل تو ہو نہیں گئے کہ آپ پر اس قسم کا کوئی الزام لگا دیں گے۔ ہم تو سیدھے سادھے، تشریف قسم کے انسان ہیں۔ اور آنے والے کی عزت کرتے ہیں۔ تشریف لائیے۔"

"جی بھئی۔ آپ پہلے مجھے مکھ کر دے دیں کہ اس قسم کا کوئی الزام عاید نہیں کریں گے۔"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں، آخر اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں تھکا اٹھا۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ میں دودھ کا جلا ہوا ہوں، اس لیے چھاپہ بھی چھوٹا چھوٹا کر چیا ہوں۔"

"تو یوں کہیے۔ آپ چھاپہ پینے کے شوقین ہیں۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

”یہ اس میں خوش ہونے والی کونسی بات ہے۔“
”بات ہے۔ دراصل میں چھاپچھپٹنے والوں سے مل کر
بہت خوش ہوتا ہوں۔“

”یہ کیا بات ہوئی۔“ اس نے بھی تنک کر کہا۔

”جی پتا نہیں۔ یہ کیا بات ہوئی۔ ہوئی بھی نہیں۔ خیر یہ
نیچے۔ میں ایک کاغذ پر کھدو دیتا ہوں۔ آپ اندر تشریف لے
آئیے، ہم آپ پر کونٹ الزام عاید نہیں کریں گے۔“ یہ کہہ کر
میں نے ایک کاغذ پر یہ انشاء لکھے اور کاغذ اس کی طرف بڑھا
دیا۔ اس نے کاغذ پر جھپٹا مارا۔ اس طرح کہ اگر ایک لمحے کی
بھی دیر ہو گئی تو میں کاغذ کھینچ لوں گا۔ کاغذ پر کھسکی تحریر پر
اس نے ایک نظر ڈالی اور جلدی سے جیب میں رکھ لیا پھر تیزی
سے امداد آیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”اب میں اطمینان سے بیٹھ سکوں گا۔“

”لیکن جناب۔ مشکل یہ ہے کہ آپ ہماری سمجھ میں نہیں
آئے۔“ اشفاق نے برا سا منہ بنایا۔

”کونٹ بات نہیں۔ فکر نہ کریں۔“

”جی بہت بہتر۔ نہیں کریں گے۔“ آفتاب نے امد بھی
غرض ہو کر کہا۔

”لیکن آپ کو بھی تو کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری سمجھ میں

آجائیں۔“

”اے ضرور۔ کیوں نہیں۔ میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔
بلکہ سر توڑ کوشش کروں گا۔ سنیے۔ میرا نام عامر رضا ہے۔
اور۔“

”یہ کیا!!!“ ہم اچھل پڑے۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔



عامر رضا نے بھی گھور کر دیکھا اور پھر بولا۔

”اس میں حیران رہ جانے والی کونسی بات ہے۔ کیا میرا
نام بہت عجیب و غریب ہے۔“

”جی۔ جی نہیں۔ ایسی تو کونٹ بات نہیں۔ خیر آپ فرمائیں
کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں۔“ میں نے اپنی آواز پر قابو
پاتے ہوئے کہا۔

”یہ تو میں بعد میں بتاؤں گا، پہلے تو آپ بتائیے۔ میرا نام سن
کر اچھلے کیوں۔“

”یہ کونٹ ایسی خاص بات نہیں۔ لوگوں کے نام سن کر اچھل
پڑنے کی ہمیں کچھ عادت سی ہو گئی ہے۔“

”کیا واقعی۔“ عامر رضا کے لبو میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! آپ واقعی سمجھ لیں یہ اخلاق نے تنگ کر رکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ لوگ میری سمجھ میں نہیں آئے، خیر۔ اب میں اپنے مسئلے کی طرف آتا ہوں۔ میں آپ لوگوں سے ایک کیس حل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ منظور کریں۔ ممانہ بھی معقول ادا کروں گا۔"

"مسازنے کی بات بعد میں ہو گی، پہلے کیس کی تفصیل سناؤ۔ یہ کتنے وقت نہ جانے کیوں میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ چند دنوں سے میں یہ بات محسوس کر رہا ہوں کہ میری کوٹھی کے آس پاس کچھ خطرناک قسم کے لوگ منڈلاتے رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے میں پریشان رہنے لگا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ رات کو بھی موجود رہتے ہیں۔ پتا نہیں ان لوگوں کو میری کوٹھی سے کیا دلچسپی پیدا ہو گئی ہے، وہ کیوں ہر وقت نگران کرتے ہیں؟ عامر رضا کی آواز سے پریشان صاف ٹپک رہی تھی۔

"کیا وہ گھر کے لوگوں کا تعاقب بھی کرتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ بس گھر کے گرد موجود رہتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔ آپ لوگوں کو تعاقب کا شہ نہ ہوا ہو۔ انھوں نے بہت ہی خفیہ انداز میں تعاقب کیا ہو۔"

"ہاں! اس کا امکان ہے۔" اس نے سر ہلایا۔

"ان حالات میں ہم حیران ہیں۔" میں بڑبڑایا۔

"حیران ہیں۔ یہ کونسی عجیب بات ہے۔ حیران تو میں بھی ہوں۔ بلکہ میں تو پریشان بھی ہوں۔"

"آپ سمجھے نہیں، میں یہ کتنا چاہتا تھا کہ ان حالات میں ہم حیران ہیں کہ آپ ہمارے پاس کیوں آئے، پولیس کے پاس کیوں نہیں گئے۔ پولیس ان غنڈوں کو گرفتار کر لیتی اور کوٹھی کی نگران کی وجہ بھی ان سے اگوا لیتی۔"

"کسی وجہ سے میں پولیس کی مدد نہیں لینا چاہتا۔" اس نے کہا۔

"تو آپ الیکٹرک جلال نور سے دستاویز انداز میں بات کر سکتے تھے۔"

"وہ کیسے۔" عامر رضا کے کنبے میں ہلا کی حیرت تھی۔

"میرا مطلب ہے۔ جلال نور صاحب ریکارڈ پر لائے بغیر ان غنڈوں سے پوچھ چک کر سکتے تھے۔"

"لیکن وہ ایسا کیوں کرتے۔ وہ تو پہلا کام یہ کرتے کہ رپورٹ درج کرتے اور اس کے بعد ان کی گرفتاری کے لیے نکلتے۔ جب کہ میں ان لوگوں کو گرفتار دیکھنے سے پہلے یہ چاہتا ہوں کہ وہ کوٹھی کے گرد کیوں چکر لگاتے رہتے ہیں۔ یہ بات معلوم ہو جانے کے بعد بے شک وہ انھیں گرفتار کر لیں۔"

جلال نور صاحب آپ کی یہ بات ضرور مان لیتے، آپ نے کرشمش ہی نہیں کی ہو گی۔

”وہ میری بات کیوں مان لیتے۔ یہ ٹھیک ہے۔ جس علاقے میں میں رہتا ہوں، وہ اس علاقے کے پولیس انکپڑ ہیں، لیکن جہلا وہ ضابطے کے خلاف کام کیوں کرتے۔“

”اس لیے کہ وہ آپ کے دوست ہیں۔“

”دوست ہیں۔ یہ آپ سے کس نے کذب دیا۔“ اس نے

حیران ہو کر کہا۔

”کیا مطلب۔ تو کیا انکپڑ جلال نور سے آپ کے دوستانہ تعلقات

نہیں ہیں۔“

”ہرگز نہیں۔ ہماری تو علیک سلیک بھی نہیں ہے۔ ایک دور

سے کبھی سہراہ ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ دوستی تو بہت دور کی بات ہے۔“

”ہاں۔ یہ بھی بڑی مشکل ہے۔ کہ دوستی دور کی بات ہے

آفتاب ہوا۔ عامر رضا نے اس کو گھور کر دیکھا اور ہوا۔

”آپ لوگوں سے یہ بات کس نے کہہ دی کہ میں انکپڑ جلال نور

کا دوست ہوں۔“

”کسی نے بتائی تھی۔ خیر چھوڑیے۔ تو آپ صحت یہ چاہتے

ہیں کہ ہم ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں

اور یہ جاننے کی کرشمش کریں کہ وہ چاہتے کیا ہیں۔“

”ہاں، بس۔ آپ لوگوں کا کام اتنا ہی ہو گا۔ باقی کام میں خود کروں گا۔“

”اور اس کام کا آپ معاوضہ کیا دیں گے۔“ میں ہوا۔

”کتنے معاوضہ چاہتے ہیں؟“

”ان غنڈوں سے بات چیت کرنا جان جو کھوں کا کام ہے

اس لیے کم از کم دس ہزار روپے تو آپ کو دینے ہی چاہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔ کیا ابھی دوں؟“

”شکریہ۔ اگر آپ کو ہم پر اعتبار نہ ہو تو کام کے بعد

وے دیجیے گا۔“

”ٹھیک ہے۔ بعد میں ہی دوں گا۔“ وہ ہوا۔

”کیا ہم پر اعتبار نہیں۔ خیر یونہی سہی۔ اب ہمارے چند

سوالات کے جواب دیجیے۔“

”خیر کیوں نہیں۔“

”کیا آپ کے گھر میں کوئی بہت قیمتی چیز موجود ہے؟“

”نہیں۔ میں نقدی اور زیورات بانک میں رکھتا ہوں۔“

”ہاں؟ کوئی اور چیز۔ جو بانک میں نہ رکھی جاسکے۔“

”نہیں۔ گھر میں کوئی اتنی قیمتی چیز موجود نہیں جس کی خاطر

وہ غنڈے منڈلا سکتے ہیں۔“

تب پھر وہ کیا چاہتے ہیں۔
 "میں تو آپ لوگوں کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"
 "اور ہم یہ بات معلوم کر کے رہیں گے، آپ فکر نہ کریں
 حال ہی میں آپ کے گھر سے کوئی قیمتی چیز غائب تو نہیں ہوئی۔"
 "غائب۔ نہیں تو۔ میرے گھر سے تو کچھ بھی غائب نہیں
 ہوا۔"

اس نے کہا۔ اب سہاروی حیرت میں بلا کا اضافہ ہو گیا تھا
 اور ہم بڑی طرح پکڑا گئے تھے۔ آخر میں نے تنگ آ کر کہا۔
 "سب سے پہلے تو ہم آپ کی کوشش کا اندازہ سے جائزہ
 لیں گے۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"
 "نہیں۔ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔"
 "آپ کے مشاغل کیا ہیں؟۔ کس چیز کا شوق کرتے ہیں۔"
 "کاروبار میں اچھ کر آدمی صوب مشوق بھول جاتا ہے۔ شوق

دیگر بچپن کی چیزیں ہیں۔"
 "پھر بھی کچھ شوق ایسے ہیں جو بڑی عمر میں جاری رہتے
 ہیں۔ مثلاً باغبانی کا شوق۔ شکار کا شوق۔ یا پھر تصویروں کا شوق
 آپ کو تو اس قسم کا کوئی شوق نہیں۔" میں نے اس کی طرف
 بظور دیکھتے ہوئے کہا۔
 "نہیں۔ مجھے اب اس کوئی شوق نہیں۔"

ٹھیک ہے۔ آپ تشریف لے چلے۔ ہم ابھی آتے ہیں۔
 "مزدور مزدور۔ اس سے بہتر بات بھلا کیا ہو گی؟ یہ رہا
 میرا کارڈ۔ اس پر پتا لکھا ہے۔"
 عامر رضا اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔ ہم ہونٹوں کی طرح
 ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ آخر میں نے کہا۔
 "یہ کیا بات ہوئی۔"

"پتا نہیں۔ بات تو پہلے پڑی ہی نہیں۔ عامر رضا کو تصویروں
 کا شوق ہی نہیں۔ پھر بھلا اس کی کوشش میں تصویروں کی گیر
 کس طرح ہو سکتی ہے۔ دوسری طرف جلال نور کا بیان ہے۔ آخر
 اسے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس جھوٹ سے وہ کب
 مطلب لگانا چاہتا ہے۔ دوسری حیران کن بات یہ کہ خود تو
 جلال نور عامر رضا کے بارے میں ایک کیس ہمارے سپرد کر کے
 گیا۔ اور عامر رضا یہاں آ دھکا۔"

"یہ واقعی حیران کن بات ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ
 ہم حیرت کے سمندر میں غلطے لگاتے رہیں اور کوئی کام نہ کریں۔
 پہلے تو جانی جان آپ جلال نور کو فون کریں۔" اطلاق نے کہا۔
 "کیوں۔ اسے فون کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" میں بولا۔
 "وہ ہیں عامر رضا کا پتا نہیں بتا گیا۔ آخر ہم وہاں کس طرح
 جا سکتے ہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ جس عامر رضا کی بات

کر گیا ہے وہ کوئی اور عامر رضا ہو۔" اخلاق نے پھر زور لہجے میں کہا۔

"ادھو۔ لاجول ولا قوتہ۔ ضرور یہی بات ہے۔ بھلا اس کے سوا کیا بات ہو سکتی ہے۔ ٹھہرو۔ پہلے میں فون کروں۔ یہ کہہ کر میں نے جلالی نور کے نمبر ڈائل کیے۔ سلسلہ فوراً ہی مل گیا۔

"ہیلو انکل نکالی جو۔" السلام علیکم۔" میں بوکھلاہٹ میں کہہ گیا۔

"میرے نام کی ایسی تیسری کرنے والا شوکی کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا۔" دوسری طرف سے غرا کر کہا گیا۔ "ادھ ایسا میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ آپ کے رعب کی وجہ سے نام اکٹ پلٹ ہو گیا۔"

"جیز۔ کہاں سے بول رہے ہو۔"

"جی۔ دفتر سے۔" میں نے جواب دیا۔

"ابھی تک تم دفتر میں ہی ہو۔ تم تو کہہ رہے تھے۔

اسی وقت کام شروع کر رہے ہو۔"

"جی ہاں۔ اٹھے ہی تھے کہ ایک اور صاحب آ گئے۔ وہ

بھی ہم سے ایک کیس حل کرانا چاہتے تھے۔"

"سنو شوکی۔ جب تک میرا کیس حل نہ کر لو۔ کسی اور

کیس کو ہاتھ بھی نہ لگانا۔" اس نے بھٹا کر کہا۔

"جی بہتر۔ نہیں لگائیں گے ہاتھ۔ ہاں تو بات دراصل یہ ہے کہ آپ نے ہمیں عامر رضا کا پتا تو بتایا ہی نہیں۔ آخر ہم ان کی کوٹھی تک کس طرح جائیں۔"

"ادھو۔ اچھا۔ شاید میں بھول گیا۔ تو کھھو۔ ان کی کوٹھی کا نمبر ۲۲۰ ہے۔ اور یہ روہن روڈ پر واقع ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔

میں نے عامر رضا کے دیے ہوئے کارڈ پر نظر ڈالی۔ تو میں پتا لکھا ہوا تھا۔

"اب یہ تو وہاں چل کر ہی پتا چل سکتا ہے کہ کیا معاملہ ہے۔ ان میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا اور یہ چکر کیا ہے؟"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔ چکر اتنا سیدھا نظر نہیں آتا۔"

آفتاب بولا۔

"تم بھی عجیب ہو۔ چکر تو کسی صورت بھی سیدھا نہیں ہو سکتا۔" اخلاق نے کہا۔

"ہاں۔ واقعی۔ میں عجیب ہوں۔ چلنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"چلنا ہی ہو گا۔ اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔ آؤ۔"

میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ تینوں بھی اٹھے، اسی وقت ہم نے ارشد کے چہرے پر زلزلے کے آثار دیکھے۔ جوں ہی ہمارے رخ دروازے کی طرف ہوئے۔ ہم دھک سے رہ گئے۔ دروازہ نظروں کے سامنے سے غائب تھا۔ یوں لگا جیسے آنکھوں کے سامنے کوئی دیوار آگئی ہو۔

"یہ۔ یہ ہمارے دفتر کا دروازہ کیا ہوا؟" آفتاب نے لاپ کر کہا۔

"میری ادھ میں چلا گیا۔ اور کرتا بھی کیا بے چارہ۔"

"یوں لگا جیسے یہ الفاظ کسی دیو نے کہے ہوں اور آخر

دُر جاؤ

"ہیلو۔ کیا سو گئے ہو فون پر۔"

"نہ۔ جی نہیں تو۔" میں گڑ بڑا گیا۔

"پتا لٹ کر یا ہے۔"

"جی ہاں۔ نوٹ ہی سمجھیے۔"

"بس تو پھر روانہ ہو جاؤ اور جلد از جلد اپنی کارگزاری کی رپورٹ پیش کرو۔"

"جی بہتر۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم پہلی فرصت میں روانہ ہو رہے ہیں۔"

ادھر سے ریسپورڈ رکھ دیا گیا تو میں نے کہا،

"عامر رضا دو نہیں، ایک ہی ہے۔ جلالی نور نے یہی پتا بتایا ہے۔"

"لیکن مسٹر عامر رضا کا کہنا ہے کہ انہیں تصویروں کا کوئی شوق نہیں ہے۔"

میں قہقہہ بھی لگایا ہو۔

ہم نے گھبرا کر دیکھا۔ وہ ایک بہت لمبا اور چوڑا آدمی تھا۔ اس کے اندر آہانے سے دروازہ چھپ گیا تھا۔ "کون بے چارہ۔" اخلاق نے کانپ کر کہا۔

"دروازہ۔ اور کون۔ ہاں تو تم چلے کہاں۔ بیٹھ جاؤ۔ مجھے بھی تم سے کچھ کہنا ہے۔"

"جی بہت بہتر۔ آئیے۔ تشریف رکھیے۔ کہیں کوئی مٹکل پ کی دہر سے دفتر بند نہ سمجھ لے۔" آفتاب نے بولکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ارشاد۔ چار بوتلیں لے آؤ۔" میں نے حکم دیا۔

"چار بوتلیں۔ لیکن آنے والے صاحب تو ایک ہیں۔" ارشد کے لہجے میں حیرت تھی۔

"خیر ہو گئی۔ تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم۔ یہ اکیلے چار کے برابر ہیں۔"

"ہاں اس میں کیا شک ہے۔ ٹھیک ہے بھئی۔ لے آؤ چار ہی۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

ارشاد برا سا منہ بناتا دفتر سے نکل گیا۔ اس وقت تک وہ کرسی میں بیٹھنے کی کوشش شروع کر چکا تھا۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کرسی میں بالکل پھنس کر رہ گیا۔ گویا بالکل

فٹ ہو گیا۔ مجھے حزن محسوس ہوا۔ کہیں کرسی کے بازو نکل نہ جائیں۔

"کیا آپ بھی ہم سے کوئی کیس حل کرانے کے لیے آئے ہیں۔؟"

"لغت ہے ان سب پر جو تم سے کیس حل کرانے آتے ہیں۔" اس نے بھٹا کر کہا۔

"یہ۔ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں جناب؟"

"میں تم لوگوں کا ناطقہ بند کروں گا۔" اس نے گویا اعلان کیا۔

"اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا جناب۔" آفتاب نے جواب اعلان کیا۔

"کیا مطلب؟ فائدہ کیوں نہیں ہو گا؟ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اس لیے کہ ہمارا ناطقہ تو پہلے ہی بند چلا آ رہا ہے۔ وہ بھی ایک مدت سے، لہذا آپ کیا خاک بند کریں گے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"اے۔ تیز سے۔ درز میں تمہارا ٹیڑھا دبا دوں گا۔"

"بہت بہتر جناب۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔ دوسروں کا ناطقہ بند کرنے والے ان سے یہ بھی اُمید رکھتے ہیں کہ وہ تیز سے

"ہاں بالکل - میرا یہی مطلب ہے۔"

"آپ جانتے ہیں - وہ ہمیں کتنا سادہ انداز میں لگے۔"

"مجھے جاننے کی ضرورت نہیں۔" اُس نے جھٹکا کر لیا۔

"لیکن ہمیں بتانے کی ضرورت ہے۔ وہ ہمیں دس ہزار روپے دیں گے لیکن آپ نے یہ نہیں پوچھا۔ وہ ہم سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہے۔ اس لیے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔"

"میں تمہیں جزوار کرنے آیا ہوں۔ اگر تم نے عامر رضا کی کوٹھی کا رخ بھی کیا تو نقصان میں رہو گے۔ عامر رضا کی کوٹھی اس وقت یوں سمجھ لو کہ جھک سے اڑنے والی ہے۔ جو بھی اس میں ہو گا۔ وہ بھی جھک سے اڑ جائے گا۔ اب تم سوچ لو۔ اگر جھک سے اڑنا چاہتے ہو تو پھر جاؤ۔ اور جو جی میں آئے، وہ کرو۔"

"اگر وہ کوٹھی جھک سے اڑنے والی ہے تو پھر آپ ہمیں کیوں روکنے آئے ہیں۔ ہمارے دماغ پہنچنے سے آپ کا کیا نقصان ہو جائے گا۔"

"تم غلط سمجھو۔ کوٹھی کسی جگہ کے دھماکے سے تباہ نہیں ہونے والی۔ بلکہ بات کی وجہ سے وہ آگ کا انگارہ بنی ہوئی ہے۔ یا یوں کہ لو کہ آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر کھڑی ہے۔"

بات کریں، بہر حال فرمائیے۔ ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔

"پہلے وہ چار بوتلیں تو پلیں لوں۔ جو تم نے منگوائی ہیں۔ اس نے منہ بنایا۔

"ہاں ضرور۔ کیوں نہیں۔"

اتنے میں ارشد بوتلیں لے آیا۔ اس نے ایک بوتل ہاتھ میں پکڑ لی اور وحشیوں کی طرح حلق میں اندر لے گیا۔ غٹ غٹ کی آواز آئی اور بوتل کا پانی اس کے پیٹ میں اتر گیا۔ یہی سونک اس نے باقی تین بوتلیں کے ساتھ کیا۔ پھر اوپر تلے تین چار ڈکاریں ماریں اور بولا۔

"بھئی واہ۔ مزا آگیا۔ ایک ہی وقت میں چار بوتلیں آج کسی نے پہلی بار پلائی ہیں، اب میں مطلب کی بات کی طرف آتا ہوں۔ تم لوگ عامر رضا کے کسی معاملے میں دخل نہیں دو گے اور بس۔"

"جی۔ کیا مطلب؟" ہم حیران رہ گئے۔

"میں نے کہا ہے۔ تم لوگ عامر رضا کے کسی معاملے میں دخل اندازی نہیں کرو گے۔ میں اس عامر رضا کی بات کر رہا ہوں، جو ابھی ابھی یہاں سے گیا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے۔ وہ ہیں جو کیس سوئچ گئے ہیں، ہم اس پر کام نہ کریں۔" اشتقاق جل بھن کر بولا۔

"ارے باپ رے۔ آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔"
اخلاق نے مقرر مقرر کا ہنسی آواز میں کہا۔

"اور تمہارا نامزدہ اسی میں ہے کہ فور جاؤ۔" وہ ہنسا۔ اس کی ہنسی بھی کسی طور عجیب تھی، ہم کا پ اٹھے۔ اسی وقت اندرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ انداز اُمی جان کا تھا۔ گریا وہ پھر دروازے کے دوسری طرف موجود تھیں۔ میں جلدی سے اٹھ کر دروازے پر پہنچا۔

"جی فرمائیے۔" میں نے دلی آواز میں کہا۔

"یہ تمہارے دفتر میں بادل سے کیسے گرج رہے ہیں۔"

ان کے لہجے میں جلا کا حزن تھا۔

"بادل سے گرج رہے ہیں۔ اودھ سمجھا۔ نہیں اُمی جان۔ آپ غلط سمجھیں۔ یہ دراصل ایک صاحب کی ہنسی تھی۔ اور وہ صاحب اس وقت بھی ہمارے دفتر میں موجود ہیں۔"

"جس شخص کی ہنسی اس قدر خفناک ہے۔ وہ آیا بھی بہت خفناک ارادے سے ہو گا۔ اس کا کیس ہرگز نہ لینا۔"

"وہ کیس لے کر آیا بھی نہیں۔ بلکہ وہ کیس حل کرنے سے منع کرنے آیا ہے۔ خیر۔ آپ فکر نہ کریں۔ بلکہ آرام کریں۔ کیونکہ فکر کرنے سے آرام کرنا بہتر ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے اُمی جان۔"

"یہ کہ باتوں میں کرنی تم سے نہیں جیت سکتا۔" انھوں نے جمل بھین کر کہا اور واپس مڑ گئیں۔ میں بھی میز کی طرف مڑا، "تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم عامر رضا کے معاملے میں قطعاً دلی اندازی نہ کریں۔"

"اے! یہی سمجھ لو۔ پھر کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"ہمیں غور کرنے کی مصلحت دیں۔ دوسرے یہ کہ آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟"

"اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ غور کرو یا نہ کرو۔ فیصلہ یہی کرنا کہ اس معاملے سے الگ رہو گے۔ ورنہ۔"

اس نے جس انداز میں ورنہ کہا۔ وہ ہمیں مقرر دینے کے لیے کافی تھا، اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کسی بھی اس کے ساتھ ہی اوپر اٹھ گئی۔ کیونکہ وہ تو اس میں بالکل پھنسا بیٹھا تھا۔

"وہ۔ دیکھیے جناب۔ ہماری کسی تو ساتھ نہ لے جائیے۔ آفتاب بوکھلا اٹھا۔

"لعلت ہے۔ ایسی کرسیوں پر۔ جو چپک کر رہ جائیں۔ الگ کر لے۔" وہ گرج دار آواز میں بولا۔

ارشاد نے جلدی سے ساتھ کر کرسی کیپٹن لی۔ اور وہ دفتر سے نکل گیا۔

”ایک نہ شد تہیں شد۔ پتلے جلالی نور صاحب آئے کہ عامر رضا کے کیس پر کام کرنا ہے، پھر عامر رضا صاحب خود آئے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ ان کی کوشش کے اس پاس کچھ غلطی متا رہے ہیں۔ ان کے بارے میں سراغ لگایا جائے، وہ کیا چاہتے ہیں۔ اب یہ صاحب آئے۔ یہ چاہتے ہیں، ہم عامر رضا کے کسی بھی معاملے میں دخل اندازی نہ کریں۔ اس پرے معاملے میں دو تین باتیں حیران کن ترین ہیں۔ ایک تو یہ کہ جلالی نور کا بیان یہ ہے کہ عامر رضا اس کا دوست ہے، دوسرے یہ کہ جلالی نور عامر رضا کی ایک قیمتی تصویر کی گم شدگی کی کہانی سناتا ہے۔ جب کہ عامر رضا کا کہنا یہ ہے کہ اسے تصویروں وغیرہ کا کوئی شوق نہیں، نہ اس کی کوئی تصویر چرائی گئی ہے۔ دوسرے یہ حضرت جو اپنا نام بھی نہیں بتا گئے۔ چاہتے ہیں کہ ہم عامر رضا کے معاملے میں دخل نہ دیں۔ اس قدر لے چڑے آدمی کو آخر ہماری دخل اندازی سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ ہمیں تو یہ چینی میں مسل سکتا ہے۔ ان حالات میں میں حیرت زدہ ہوں کہ یہ کیسی آخر کس کرٹ جیٹے گا۔“

”واقعی اس کیس کی کلیں تو اوٹل سے بھی زیادہ غیر صحت ہیں۔“

آفتاب نے سر ہلایا۔

”ان سب باتوں سے الگ۔ سوال یہ ہے کہ اب ہم کیس کیس کیا۔ عامر رضا کے ان باتیں یا نہ جائیں۔“

”دو فریق یہ چاہتے ہیں کہ ہم عامر رضا کے پاس جا کر تفتیش کریں۔ صرف ایک فریق یہ چاہتا ہے کہ ہم ادھر کا رخ نہ کریں۔ لہذا ہمیں دو کی بات ماننا ہو گی۔“

”چاہے۔ یہ دیو نما آدمی ہماری چٹنی ہی کیس نہ بنا دے۔“

اخلاق بولا۔

”اب چٹنی بنے یا مرے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا۔ سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ آخر جلالی نور کیا چاہتا ہے۔“

”چٹنی بنے یا مرے کا جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کیس ہے یا معمر۔“ آفتاب بولا۔

”نفرہ چت کرنے سے کچھ نہیں بنے گا۔ آؤ پھلیں۔“ انشفاق اٹھتے ہوئے بولا۔

”بہتر ہو گا۔ ہم آبا جان سے مشورہ کر لیں۔“ آفتاب نے تجویز پیش کی۔

”اس میں کوئی عرصہ نہیں۔“

”ہم اندر پہنچے، ارشد کو دفتر میں رہنے دیا گیا، کیونکہ کوئی پتا ملنے لگا تھا۔“

”معلوم ہوتا ہے، انجھ گئے ہو۔“ آبا جان ہم چاروں کو آتے

دیکھ کر مسکرائے۔

”کوئی ایسے دیسے۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور ساری کہان سنائی دی۔ ابا جان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ آخر انھوں نے کہا۔
”معاذہ راتھی حیران کن ہے۔ تم یوں کرو کہ انسپکٹر کاشان کے پاس پہلے جاؤ۔“

”جی۔ لیکن ان کے پاس جا کر کیا کریں۔“
”کم از کم یہ بات تو ان کے علم میں آ جائے گی کہ تم لوگ عامر رضا کی کوٹھی کی طرف گئے ہو۔“

”جی بہتر۔ گریا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم وہاں جائیں۔“
”ہاں۔ جانا تو خیر ہو گا۔ اس کے بغیر تو معاملہ حل نہیں ہو گا۔ اور انجمن بڑھتی چلی جائے گی۔“

ابا جان کے مشورے کے مطابق ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر انکل کاشان کے محلے پہنچے۔

”آؤ جھٹی۔ آؤ۔ نہ جانے کیا بات ہے۔ تم لوگوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہوں۔“

”لیکن انکل جلال نور تو ہمیں دیکھ کر جل جھن جاتے ہیں۔“
آفتاب مسکرایا۔

”ان کی بات چھوڑو۔ انھیں تو تم سے خدا واسطے کا پر ہے۔“
”اب ذرا ہمارا مسئلہ سن لیں۔“ میں نے کہا۔

”مزد کیوں نہیں۔“ وہ مسکرائے۔

میں نے تین منٹوں کی آمد کی تفصیل سنائی دی۔ ان کی آنکھیں حیرت سے چھیل گئیں۔

”بات کچھ بڑی مضی پڑی۔ بہر حال۔ یہ مزدور کہا جاسکتا ہے کہ جلال نور اور عامر رضا میں سے کوئی ایک مزدور جھوٹ سے کام لے رہا ہے۔ یہی بات اس لیے چوڑے آدمی کی۔ وہ تمہیں دھکی دینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ تم اس کے خلاف رپورٹ درج کرا دو۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ پولیس اس کی ٹوہ میں لے گی۔ بلکہ احتیاطاً چند پولیس والے اور بھیج دیے جائیں گے۔ کیب خیال ہے؟“

”خیال لا جواب ہے۔ اور اس صورت میں اس کی لاجوابی اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ ہمیں کیس پر کام شروع کرنے سے پہلے جلال نور صاحب کے پاس جانا ہو گا۔“

”کوئی بات نہیں۔ اس وقت تو تم ان کے لیے کام کر رہے ہو۔ وہ بہت خوش دلی سے رپورٹ درج کر لیں گے۔ اور ہاں مجھے حالات سے باخبر رکھنا۔ وقتاً فوقتاً فون کرتے رہنا۔“

”ٹھیک ہے۔ یہ کام ہم مزدور کریں گے۔ اچھا جناب۔ اس مفید مشورے کا بہت بہت شکریہ۔“

ہم باہر نکلے۔ پھر ایک ٹیکسی پکڑی اور جلال نور کے سامنے

پہنچ گئے۔ اس نے ہمیں دیکھ کر پہلے تو ہراسا منہ بنایا، پھر
ناک جھون چڑھائی اور بعد میں بولا۔

”تو تم میرے کیس پر کام نہیں کر گے۔ گویا آپس کی دشمنی
ختم کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتے۔ غیر تصاری مرضی۔ اب
میں تمہیں دیکھ لوں گا۔“ وہ ٹھیکے لمبے میں کھتا چلا گیا۔

”ایک منٹ جناب ایک منٹ۔ آپ غلط سمجھے۔ ہم تو
دل و جان سے آپ کے بنائے ہوئے کیس پر کام کرنا چاہتے
ہیں۔“

”تو پھر۔ یہاں کیوں آئے ہو۔ تمہیں تو عامر رضا کی کوشش کی
طرف جانا چاہیے تھا۔“

”جی ہاں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ آپ
کے جانے کے بعد ایک دیونا آدمی ہمارے دفتر میں آیا تھا۔
وہ ہمیں دھمکی دے کر چلا گیا کہ اگر ہم نے عامر رضا کے کسی
مسائل میں دخل اندازی کی تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ان
حالات میں ہم کیا کرتے۔“

”تو تم اس دیونا آدمی سے ڈر گئے ہو۔“ جلالی نور نے
منہ بنایا۔

”جی ہاں۔ ڈر تو ہم ضرور گئے ہیں۔ لیکن ڈرنے کا مطلب
یہ ہرگز نہیں کہ ہم کیس پر کام نہیں کریں گے۔“

”تو پھر جاؤ۔ کرو۔ اس نے ہاتھ اس طرح ہلایا جیسے مکھی
اڑائی ہو۔“

”پہلے آپ اس آدمی کے خلاف رپورٹ درج کر لیں۔ اور
اس طرف چند کانسٹیبل روانہ کر دیں۔ کیوں کہ اس کی دھمکی دینا
خلاف قانون ہے۔“

”ارہ ہاں۔ بات تو ٹھیک ہے۔ تو تم رپورٹ درج کرانے
آئے ہو۔ جیسا وہ۔ بہت عقل مند ہو گئے ہو۔“

”جی اتنے بھی نہیں جتنے آپ سمجھ بیٹھے ہیں۔“ آفتاب نے
منہ بنایا۔

انسپکٹر جلالی نور نے حیر کر رہیں ہلایا، ہماری رپورٹ درج
کرائی گئی۔ دستخط لیے گئے۔ ہمیں اس شخص کا نام معلوم نہیں
تھا۔ لہذا حلیہ کھسکایا گیا۔ اب ہم جلالی نور سے رخصت ہوئے اور
عامر رضا کی کوشش کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہمارے دل تو دھڑک رہی
رہے تھے۔ بے چینی کی وجہ سے حلق بھی خشک ہونے لگے۔ مسائل
کا مزہ پیر کچھ بھی تو ہمارے پے نہیں پڑا تھا۔

آخر ہم روہن روڈ پر پہنچ گئے۔ کوشش فبرور سوسائٹس کو تلاش
کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ یہ ایک شاندار کوشش تھی۔ بہت
بڑی بھی تھی۔ چار دیواری میں لہجے کا بڑا گیٹ لگا ہوا تھا۔
گیٹ اس وقت کھلا تھا، ہم اندر داخل ہوئے ایک پختہ سڑک

پر چلتے اندرون دروازے پر پہنچے۔ میں نے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ دور کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔
"اگر اس کوٹھی میں تصویروں کی کوئی گیدری موجود ہے، تب تو جلال نور کی کہانی پر اعتبار کیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ اس صورت میں ہم اس کے لیے کام نہیں کریں گے۔ اور عامر رضا کے معاملے پر توجہ دیں گے۔ کہ ان کی کوٹھی کے گرد۔ کوٹھی کے گرد۔ کوٹھی کے گرد۔" میں اٹکتا چلا گیا۔

"خیر تو ہے مہمانِ جان۔ کوٹھی کے گرد کیوں ہو گئے ہیں آپ۔" آفتاب نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔
"کوٹھی کے گرد تو ہیں کوئی غنڈہ۔ وڈہ نظر نہیں آیا۔" میں بڑبڑایا۔
"غنڈہ تو کوئی واقعی نظر نہیں آیا۔ ہاں وڈے کے ہاتھ میں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔" آفتاب نے جواب دیا۔
"جب کہ عامر رضا کا کہنا ہے کہ وہ لوگ رات کو بھی نہیں جاتے۔"

"ہو سکتا ہے، ہم سے ڈر کر ادھر ادھر ہو گئے ہوں۔" اشتفاق بولا۔

"کیا کہا۔ ہم سے ڈر کر۔ یہ بھی ایک ہی رہی۔ ویسے غنڈے اور ہم سے ڈریں گے۔" آفتاب بولا۔
"تب پھر۔ وہ نظر کیوں نہیں آئے۔" اشتقاق نے اعتراض

کیا۔

"اس بات کا جواب تو عامر رضا ہی دے سکتے ہیں۔" اسی وقت قدموں کی آواز اُبھری۔ دروازہ کھلا۔ اور پھر ہم کہتے کے عالم میں رہ گئے، کیونکہ دروازہ اسی دیوار آدھی نے کھولا تھا۔

سامنے کی بات

چند لمے تک وہ یہیں کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا۔
آخر اس کے لب ہلے :

"لیکن - میں نے تو تم سے - کہا تھا کہ عامر رضا کے
کسی معاملے میں دخل نہ دینا۔" اس کا لہجہ انتہائی سرد تھا۔
"جج - جی ہاں - بے شک آپ نے یہ کہا تھا۔" میں نے
جلدی سے کہا۔

"تو پھر تم لوگ یہاں کیوں نظر آ رہے ہیں۔"
"نظر ہی آ رہے ہیں نا جناب - نظر آنے کا مطلب دخل
اندازی کرنا تو نہیں۔" اشفاق نے جمل بھن کر کہا۔
"یہاں کس سلسلے میں آئے ہو؟"

"عامر رضا صاحب سے ملنے - انھیں یہ بتانے کہ ان کا کیس
حل کرنا ہمارے لیے کسی قدر مشکل کام ہے۔" میں نے گول
محل بات کی۔

"ہاں ٹھیک ہے - تم ان سے یہ مزدور کہہ سکتے ہو۔"
"لیکن جناب - آپ کو کھٹی کے اندر کیا کر رہے ہیں؟ آخر
آپ کون ہیں۔"

"کالا پتھر - سمجھ گئے۔" ٹھٹھرو - میں عامر رضا صاحب کو تھاری
آمد کی اطلاع کر دوں - بنزدار - تم بس ان سے یہی کہو گے
کہ ان کا کیس حل نہیں کر سکتے۔"

"ٹھیک ہے - کہہ دیں گے، یہ کہنے میں پہلا کیا حرج ہے؟
"حرج نہیں - فائدہ ہی یہ کہنے میں ہے۔" اس نے جتنا
کر کہا۔

"اچھا خیر - آپ جا کر اطلاع تو کر دیں۔" میں تنگ آ
کر بولا۔

"ایک منٹ آپ کا نام کیا ہے جناب - اب ہم آپ کو ہر
مرتبہ دیو نا آدمی تو کہنے سے رہے۔" اشفاق ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"دیو نا آدمی - کیا مطلب؟"

"جی - بس - آپ کے قد وقامت کو دیکھ کر ہم نے آپ
کا نام دیو نا آدمی رکھ لیا تھا۔ امید ہے آپ برا نہیں
مانیں گے۔ ویسے تو آپ کے قد کو دیکھ کر دو تین مناسب سے
اور نام بھی ذہن میں آتے ہیں۔"

"آتے ہوں گے - میرا نام فرنام ہے۔ یہ نام تمہیں طاق

تر نہیں لگا۔

”جی ہاں۔ لگا تو ہے۔ آپ تو یوں ہی سر سے لے کر
پیر تک سڑناک ہیں۔ کم از کم نام تو غوث سے پاک رکھ لیتے۔
آفتاب نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

”اچھا! میں اندر جاتا ہوں۔ تم یہیں کھڑے رہو گے۔
سمجھ گئے۔“

”اس میں نہ سمجھنے والی کوئی بات ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی آیا۔“

یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اندر چلا گیا۔ ہم اس کا
انتظار کرنے لگے۔

”اب کیا خیال ہے؟“ میں نے ان کی طرف دیکھا۔

”صاف ظاہر ہے۔“ فرغام عامر رضا کا ملازم ہے۔“

”تب پھر اسے ہمارے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ

بھی صرف یہ کہنے کے لیے کہ ہم عامر رضا کا کیس نہ لیں۔

یہ اس کا ملازم ہے یا دشمن۔“

”شاید یہ ملازم نہ دشمن ہے۔ جیسے دیو نا آدمی۔ ہم مکمل
بغیر نہ رہ سکے۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے یہ کیس ہمیں چکرا کر رکھ دے

گا۔“ اشتاق نے کہا۔

”مہربانی ہے اس کی۔“ اخلاق نے سرد آہ بھر کر کہا۔

اسی وقت فرغام آتا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر ایک

بھیانک مسکراہٹ تھی۔ اس کی مسکراہٹ نے ہمارے دل ہلا

کر رکھ دیے۔ نزدیک آ کر اس نے کہا۔

”چلو۔ تمہیں عامر رضا صاحب ہلا رہے ہیں۔“

”کیا وہ ڈرائنگ روم میں ہیں؟“

”نہیں۔ اپنے کمرے میں۔ وہ وہیں تم سے ملاقات

کریں گے۔“

”شکریہ جناب۔ آپ بہت مہربان آدمی ہیں۔“ میں نے خوش

ہو کر کہا۔

”کبھی مجھے دیو نا آدمی کہتے ہو، کبھی مہربان آدمی۔ تم

آخر ہو کیا۔“ اس نے غرا کر کہا۔

”ششش۔ شوکی۔“ میں ہلکایا۔

”ششش شوکی۔ یہ کیا نام ہوا۔“

”جی۔ ششش شوکی نہیں۔ صرف شوکی۔“ میں مینا کر بولا۔

”اچھا خیر۔ میری بلا سے۔ تمہارا نام کچھ بھی ہو۔“ اس

نے کندھے اچکائے۔

ہم اس کے پیچھے پلٹے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ یہاں

عامر رضا ایک بستر میں لیٹا ہوا تھا،

"یہ لوگ آگے جناب۔" فرغام بولا۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ آؤ جی۔ بیٹو۔ میں سوچ رہا تھا۔ تم لوگ اب تک آئے کیوں نہیں۔"

"جہ بس۔ دیکھ لیجیے۔ آ رہی گئی ہیں۔" میں نے فرغام پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ دروازے سے کھگے آکر ایک سٹول پر بیٹھ گیا تھا۔ گویا اس کا کمرے سے جانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔

"ہاں تو۔ کیا رہا میرے معاملے کا۔"

"کیا آپ۔" میں کہتے کہتے رک گیا۔ کتنا یہ چاہتا تھا کہ کیا آپ ہم سے تنہائی میں بات نہیں کر سکتے۔ لیکن پھر خیال آیا فرغام مجھ مان جائے گا۔ اور کہیں یہاں سے رخصت کے وقت ایک کدو ہاتھ نہ جھاڑ دے۔

"کیا آپ کیا۔" عامر رضا نے حیران ہو کر کہا۔

"میرا مطلب ہے۔ کیا آپ چائے وائے نہیں پلاٹیں گے؟"

"اوہ ہاں۔ ضرور۔ کیوں نہیں۔ جاؤ جی۔ جامو سے کدو

چائے بنائے۔"

"جامو کو یہیں کیوں نہ بلا لیں۔" فرغام نے گویا تجویز

پیش کی۔

"نہیں جی۔ اس سے وہیں کدو آؤ جا کر۔ کہیں

لمبائی واندھی نہ جل جائے۔"

"جی اچھا۔" اس نے ہنسی کھا جانے والی نظروں سے گھورا

اور اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے نکلتے ہی میں نے سرگوشی کی۔

"دیکھیے جناب۔ ہم آپ سے کوئی بات بھی اس شخص کی

موجودگی میں نہیں کر سکتے۔"

"نک۔ کیوں۔ کیا بات ہے۔" وہ ہکلائے۔

"یہ بات تو ہم بد میں بھی بتا سکتے تھے۔ پہلے اس کا

انتظام کیجیے کہ ہم اور آپ ایک بند کمرے میں بات چیت

کر سکیں۔"

"اچھا تو پھر دروازہ بند کر دو۔" اس نے کہا۔

"جی کیا مطلب۔ دروازہ بند کر دیں۔ اور فرغام جو آئے

گا ابھی۔"

"آتا رہے۔ میں کدو دوں گا۔ اس کی یہاں ضرورت نہیں

ہے۔ ارے مگر۔ فرغام کون۔"

"یہی۔ آپ کا ملازم۔ کیا اس کا نام فرغام نہیں ہے۔" میں

حیران ہو کر بولا۔

"نہیں تو۔ اس کا نام تو رشید ہے۔ ویسے شیدا کہلاتا ہے۔"

"لیکن یہیں تو اس نے اپنا نام فرغام بتایا ہے۔"

"مذاق کس ہو گا۔"

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔ ابھی ہم میں سے کوئی
اٹھ کر دروازہ بند نہیں کر سکا تھا۔ فرغام یا شیدا اندر داخل ہوا۔
”چائے آرہی ہے جناب۔“

”شیدے۔ تم ذرا بازار سے میرے لیے یہ دوائیں لے آؤ۔“
عامر رضا نے جیب سے نسخہ نکالتے ہوئے کہا۔
”لیکن جناب۔ آج صبح ہی تو آپ دوائیں منگوا چکے ہیں۔“ شیدے
نے حیران ہو کر کہا۔

”ہاں۔ لیکن وہ دوائیں ضائع ہو گئیں۔ مجھ سے پانی میں گر گئی
تھیں۔ تم ذرا جلدی سے یہ نئے آؤ۔“
”جی بہتر!“ اس نے کہا، نسخہ لیا اور ہم پر ایک قدر آلود
نظر ڈالتا ہوا باہر نکل گیا۔

”وہ۔ اب تم دروازہ بند کر سکتے ہو۔“
”شکریہ جناب۔ آپ نے ہماری مشکل آسان کر دی۔“
”کوئی بات کرنے سے پہلے یہ بتا دو کہ شیدے کا
کیا قصہ ہے؟“

”آپ کے ہانے کے بعد یہ ہمارے پاس آیا تھا اور ہمیں دنگی
دی تھی کہ ہم آپ کے لیے کوئی کام نہ کریں۔“
”کیا؟“ عامر رضا نے چیخ کر کہا۔

اور ہم حیرت زدہ رہ گئے۔



چند لمحے بکٹے کے عالم میں گزر گئے۔ آخر عامر رضا نے کہا:
”یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“

”کھب۔ کیا میں کوئی غلط بات کہہ گیا۔“

”بھلا شیدے کو یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔ بلکہ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ لے

اپنا نام رشید کی بھانجے فرغام بتانے کی کیا ضرورت تھی، ویسے یہ
شخص کب سے آپ کے پاس ملازم ہے۔“

”ابھی صرت ایک ماہ ہوا ہے۔ ملازمت تلاش کرنے آیا تھا

۔ میں نے قدر اور جسم دیکھ کر ملازم رکھ لیا۔ آج کل چوری چکاری

کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔“

”ہوں۔ آپ نے اپنی بوکھلی کے گرد غنڈے خود اپنی آنکھوں

سے دیکھے ہیں۔“

”ہاں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں۔“

”تب پھر رشید کا ان غنڈوں سے ضرور کوئی تعلق ہے۔“

”اٹ اٹ۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔“

”اب ذرا یہ بتائیے۔ کیا آپ نے عالمی مصوٰر پیکاڈے کی

کوئی تصویر خریدی تھی۔

• پیکاڈے - عالمی مصور - یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

• اور کیا آپ کی کوشش میں تصویروں کی کوئی گیدری بھی بنی ہوئی ہے۔

• نہیں تو - آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں اور میری الجھن بڑھتی جا رہی ہے۔

• ہوں اہلاری باتیں تو خود ہماری سمجھ میں نہیں آ رہیں اور ہم خود بھی اپنی الجھن میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ مارے حیرت کے ہمارا بڑا حال ہے۔

• آخر کیوں - بات کیا ہے؟

• اں - ساری بات آپ کو بتانا ہی ہوگی۔ آپ کے آنے سے پہلے ہمارے دفتر میں مسٹر جلال نور آئے تھے۔ یعنی انگریزوں نے ایک عجیب اور حیرت انگیز کیس ہمارے سپرد کیا اور بغیر کسی معاوضے کے حل کرنے کے لئے کہا۔ ہم کہہ ہی کیا کتے تھے۔ انکار کرتے تو اور مصیبت نازل ہوتی۔ لہذا کیس حل کرنا منظور کر لیا۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ کی ایک بہت قیمتی تصویر چوری ہو گئی ہے۔ لہذا ہم آپ کی وہ تصویر تلاش کر دیں۔ یا صرف پتا لگا کر بتا دیں کہ تصویر اب کہاں ہے، کس کے پاس ہے۔ تصویر عالمی مصور پیکاڈے کی بنائی ہوئی ہے اور

نیلامی میں کروڑوں روپے تک بول پہنچنے والی تھی کہ کسی نے اُن کی - یہ ایک نوجوان فرجی کی تصویر ہے۔ اس کی شہ رگ میں تلو پیوست ہے، چہرے پر شدید ترین تکلیف کے آثار ہیں۔ گویا آپ نے بھی چوری کی تصویر خریدی تھی۔ اسی لیے اس بات کو شہرت نہیں دینا چاہتے۔ خاموشی سے تصویر تلاش کروانا چاہتے ہیں۔ روز جلال نور خود بھی تفتیش کر کے تصویر تلاش کر سکتے تھے۔ ان حالات کی وجہ سے وہ ہمارے پاس آنے پر مجبور ہوئے۔ وہ گئے ہی تھے کہ آپ ہمارے دفتر میں آ گئے۔ لیکن آپ نے تصویر والا کوئی معاملہ ہمارے سپرد نہیں کیا۔ بلکہ ایک اور معاملہ میں ہماری خدمات حاصل کیں۔ یہ کہ آپ کی کوشش کے گرد کچھ غنڈے منڈلا رہے ہیں، یہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ غنڈے کیوں منڈلا رہے ہیں۔ آپ اُٹھ کر گئے تو رشید عرف فرغام آ دھمکا اور دھمکی دی کہ ہم آپ کے لیے کوئی کام نہ کریں۔ اب ہم یہاں آئے تو معلوم ہوا کہ رشید تو آپ کا اپنا ملازم ہے۔ دوسری حیرت انگیز ترین بات یہ کہ کوشش کے آس پاس ہم نے کسی غنڈے کا نام و نشان تک نہیں دیکھا۔ آخر یہ سب کیا ہے۔ کون جھوٹ بول رہا ہے۔ کون سچا ہے۔ اور یہی جھوٹ اور سچ کی اس پنگی میں کیوں پیسا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ کہ میں خاموشی برپا کیا۔ عامر رضا بت بنا بیٹھا رہا۔ آخر اس نے کہا۔

”مجھے ہمیں معلوم تھا کہ اس معاملے میں جلالی نور آپ کے پاس چلے جائیں گے۔ میں نے تو ان سے درخواست کی تھی کہ اس معاملے کو وہ خود دیکھیں۔ لیکن انھوں نے یہ معاملہ آپ کے سپرد کر دیا۔ اس بات کا علم مجھے ابھی ہوا ہے۔“

”اوہ۔ تب تو مسٹر جلالی نور کا بیان غلط نہیں تھا۔“ میں نے لمبا سانس کھینچا۔

”ہاں ایسی بات ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خوفناک تصویر عالمی مصور پکاٹلے کی بنائی ہوئی ہے۔ اور نیلامی سے کچھ دیر پہلے کسی ستم ظریف اچکے نے اڑا لی تھی۔ تصویر اڑا کر اس نے کمپن چھپا دی۔ ملک سمیر کی پولیس بھی ایک مدت تک اسے تلاش نہ کر سکی اور پھر وہ تصویر نہ جانے کس طرح ہمارے ملک میں آگئی کوئی میرے پاس لایا تو میں نے اسے خرید لیا۔“

”اور آپ نے اسے کتنے میں خریدا۔“

”دس لاکھ روپے میں۔ کیونکہ چوری ہو جانے کی صورت میں میں اسے فروخت نہیں کر سکتا تھا۔ دس لاکھ کے جاسوس میرے پیچھے لگ جاتے۔ میں نے اسے نہایت خاموشی سے خریدا اور کسی کو بھی اس تصویر کے بارے میں نہیں بتایا۔ لیکن جب وہ میرے پاس سے چوری ہو گئی تو صرف اور صرف انسپٹر جلالی نور کو بتایا کیونکہ وہ میرے دوست ہیں۔ اس قسم کی چیزوں کی خرید و فروخت کے لیے اگر کسی

کو پتا چل جائے تو بے شمار لوگ اس کی زندگی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے معاملے کو حد درجے خفیہ رکھا تھا اور جب آپ لوگوں نے جلالی نور کی آمد کی بات کی تھی اور میرے مشغل کے بارے میں پوچھا تو میں انجان بن گیا تھا، بعد میں میں نے جلالی نور کو فریاد کیا اور پوچھا کہ انھوں نے یہ کیا کیا تو ان کی طرف سے جواب ملا کہ اس کام کے لیے انھوں نے جو کچھ کیا۔ وہی مناسب تھا۔ اب آپ لوگ یہاں موجود ہیں اور میرے لیے ایک اور الجھن لے آئے ہیں۔ یعنی رشید دالی۔ میں جبران ہوں۔ رشید تمہارے پاس کیوں گیا۔“

”اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تصویر دالے معاملے میں مزدور رشید کا بھی ہاتھ ہے۔ لیکن۔ لیکن۔“ میں کہتے کہتے رُک گیا۔ میرے چہرے پر حیرت کے آثار ظاہر ہو گئے۔

”یہ در مرتبہ لیکن کس خوشی میں کہا آپ نے۔“ کتاب نے مجھے گویا۔

”سامنے کی بات ہے۔“ میں بولا۔

”کونسی بات سامنے کی ہے۔“

”انگلش جلالی نور نے جو کچھ بیان کیا، بالکل درست بیان کیا۔ انھوں نے کیس بھی ہمارے سپرد اچھی نیت سے کیا۔ یہ سوچ کر کہ وہ ہمارے تفتیش تو کر نہیں سکیں گے۔ لہذا معاملہ ہمارے حوالے کر دیا۔ اور عام رضا صاحب نے سوچا کہ وہ تصویر کے معاملے میں تو کسی سے تفتیش

ہے۔ اسے تو تصویر چرانے کے ساتھ ہی غائب ہو جانا چاہیے تھا۔ اور اگر اس کا کوئی تعلق نہیں تو پھر وہ ہیں اس گھر سے دور دور کیوں رکنا چاہتا ہے۔

”واقعی۔ سامنے کی یہ بات تو بہت ہی عجیب بات ہے۔“ اشفاق نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
عین اسی وقت دروازہ زور دار آواز کے ساتھ کھلا۔

کرا نہیں سکتے۔ کوئٹہ کے باہر غنڈوں کی موجودگی کا معاملہ تو ہمارے سپرد کر ہی سکتے ہیں۔ یہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کا ایک کیس پہلے بھی ہمارے سپرد کیا جا چکا ہے۔“

”ابھی تک آپ نے سامنے کی بات نہیں بتائی۔“ آفتاب نے مزید کہا۔
”اشفاق۔ اشفاق۔ کوئٹہ کے باہر جاز اور آس پاس کا ایک چکر لگا کر آؤ۔ قصص دیکھنا صحت یہ ہے کہ آس پاس کوئی غنڈہ صورت آدمی موجود ہے یا نہیں۔“ میں نے جیسے آفتاب کا جملہ سنا ہی نہیں۔

”اچھا۔ لیکن اگر کسی غنڈے سے آمنہ سامنا ہو گیا۔“ اشفاق نے کہا۔
”تو کر لینا آمنہ سامنا۔ یا بھاگ کر اندر آ جاؤ۔“ میں جلی کر بولا۔
”لیکن آپ تو۔ سامنے کی بات بتا رہے تھے۔“
”ان کے آنے کے بعد بتاؤں گا۔“

”اچھا!“ آفتاب نے کہا۔ اشفاق اور اشفاق اُمڈ کر کمرے سے نکل گئے۔ پانچ منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی۔
”باہر کسی غنڈے کا دور دورہ تک پتا نہیں۔“
”حیرت ہے۔ آخر غنڈے کہاں چلے گئے۔“ عامر رضوانے کہا۔

”کھا، کھانے چلے گئے ہوں گے۔“ آفتاب بڑبڑایا۔
”خیر تو اب سزا سامنے کی بات۔ اگر رشید صحت و مقام کا تعلق تصویر کی چوری سے ہے۔ تو پھر وہ اب تک گھر میں کیا کر رہا

"ارے نہیں سمجھی۔ یہ بے چارے بہت شوق کے مارے ہیں۔
مجھے ہی ان کے ساتھ جانا ہو گا۔ تم جامو کا ہاتھ بناؤ۔"
"بہت بہتر جناب۔" اس نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔
"خدا کا شکر ہے۔ اس سے تو پیچھا چھوڑا۔ عامر رضا صاحب
جوہی یہ تصویر والا معاملہ صاف ہو، اس شخص کو ضرور چھٹی دے
دیجیے گا۔ اتنے خوفناک ملازم آپ کو زیب نہیں دیتے۔" آفتاب نے
بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔ ہم مسکائے بغیر نہ رہ سکے۔
عامر رضا کے ساتھ کمرے سے نکلے۔ کمرے سے نکلنے سے پہلے
اس نے میز کی دراز میں سے چابیوں کا گچھا نکال لیا تھا۔

"کیا آپ یہ گچھا ہمیشہ یہیں رکھتے ہیں۔"
"نہیں۔ عام طور پر یہ تجوری میں رکھا رہتا ہے۔ جب میں یہیں
موجود ہوتا ہوں تو گچھا میز کی دراز میں رکھ لیتا ہوں۔ کیونکہ اس کی
مزدور پڑتی رہتی ہے۔ اب یہ بھی بڑا لگتا ہے کہ سب کے سامنے
ہر بار تجوری کھولی جائے اور چابیوں کا گچھا نکالا جائے۔"
"اس کا مطلب ہے۔ آپ تجوری کی چابی الگ رکھتے ہیں۔"
"ہاں! وہ ہر وقت میری جیب میں رہتی ہے۔"
"اور سوتے وقت۔"

"سوتے وقت ایک خفیہ جگہ رکھتا ہوں۔"
"تو آپ یہیں اس خفیہ جگہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔"

انگوٹھے کا نشان

ہم نے دیکھا۔ رشید ہاتھوں میں دواؤں کا لفافہ پکڑے اندر
داخل ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ بختی۔
"میں بہت حیرت ہوئی کہ وہ اس قدر جلد دوائیں کس طرح لے
آیا۔ جب کہ دواؤں کی مارکیٹ کافی فاصلے پر تھی۔
"بہت تیز رفتار ملازم رکھا ہے آپ نے۔ اس قدر جلد دوائیں لے
آیا۔" آفتاب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ بہت پھرتیلا ہے۔" عامر رضا
نے کہا، اب وہ کچھ سہما ہوا نظر آ رہا تھا۔
"مہربانی فرما کر اب آپ یہیں اپنی تصویروں کی گیلری دکھا
دیں۔ وہی دیکھنے کے شوق میں تو آئے ہیں یہاں۔"
"اے ہاں۔ مزدور۔ کیوں نہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔"
"آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں، میں دکھا دیتا ہوں انہیں گیلری
چابی مجھے دے دیں۔" رشید نے فرما دیا۔

"تم لوگوں کو تو بتانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔" اس نے کہا۔
 "شکریہ۔ پہلے گیلری دکھائیے۔ پھر اس خفیہ جگہ کو دیکھیں گے۔"
 اب ہم ایک برآمدے میں سے گزر رہے تھے۔ برآمدہ ختم ہونے
 پر سیڑھیاں نظر آئیں۔ عامر رضا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ہم اس کے
 پیچھے پیچھے چلے۔

"عامر صاحب۔ ہم نے اب تک یہ نہیں پوچھا۔ تصویر کب
 چوری ہوئی تھی۔ رشید کو ملازم رکھنے سے پہلے یا بعد میں۔"
 "بعد میں۔ اسے ملازم ہونے ابھی بیس روز ہوئے ہوں گے کہ
 تصویر گم ہو گئی۔"

"تب تو آپ کو اس پر شک ہونا چاہیے۔" اخلاق نے اعتراض کیا۔
 "شک ہو یا نہ ہو۔ بات ایک ہی ہے کہ میں اس معاملے کی
 تفتیش سرکاری طور پر نہیں کرا سکتا۔ اگر اس شخص کا ہاتھ ہے تو
 بھی یہ بات ہمیں خفیہ طور پر معلوم کرنا ہو گی۔"

"ہوں! بات تو ٹھیک ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ چوری کی
 اس تصویر کو آپ نے گیلری میں کیوں رکھا ہوا تھا۔"

"میں ضمانت کیے دیتا ہوں۔ جب بھی کوئی عالمی فنکار کوئی
 چیز بناتا ہے۔ وہ تصویر ہو، معدنی ہو یا اسی قسم کی کوئی اور چیز
 تو فوراً منجھے درجے کے فنکار اس کی نقل تیار کرنا شروع کر دیتے
 ہیں۔ اور اصل چیز کے مارکیٹ میں آنے سے پہلے ہی اس کی بیشاد

نقلیں تیار ہو کر فروخت ہو جاتی ہیں۔ میں نے بھی اس تصویر کو
 دراصل نقل تصویر تصور کر رکھا تھا۔ یہ بات تو صرف میں جانتا
 تھا کہ میرے پاس اصل تصویر ہے۔"

"لیکن آپ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے پاس
 اصل تصویر ہی تھی۔ ہو سکتا ہے کوئی نقال آپ کے ہاتھوں نقل
 تصویر فروخت کر گیا ہو۔ یہ کہہ کر کہ اس کے پاس اصل تصویر ہے۔
 میں نے بے چین ہو کر کہا،

"نہیں۔ یہ بات نہیں۔ میں نے اپنا اطمینان کر لیا تھا کہ وہ
 اصل تصویر ہے۔" عامر رضا بولا۔

"آخر کس طرح؟" اشفاق نے جھنجھلا کر کہا۔

"اس طرح کہ پیکاڈلے جب بھی کوئی تصویر بناتا ہے۔ اس
 کی پشت پر اپنا انگوٹھا لگا دیتا ہے۔ کیونکہ دستخطوں کی نقل تو کی
 جا سکتی ہے۔ انگوٹھے کی نقل نہیں کی جا سکتی۔" عامر رضا نے بتایا۔
 "اور آپ نے یہ کس طرح جان لیا تھا کہ تصویر کے پیچھے جو
 انگوٹھا لگا ہوا ہے، وہ پیکاڈلے کا ہی ہے۔"

"پیکاڈلے کے انگوٹھے کی تصویر تمام شوقین لوگوں کے پاس موجود
 ہے۔ اس سے ملا کر دیکھ ل جاتی ہے۔"

"اور یہ تصویر کس طرح حاصل کی گئی۔" میں نے پوچھا۔
 "پیکاڈلے سے لوگ آؤ گرانے جیسے وقت دستخط نہیں کراتے۔

انگوٹھا لگواتے ہیں۔

”اوہ۔ تب تو ٹھیک ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس واقعی اصلی تصویر تھی۔“

”ہاں۔ بالکل یہی بات ہے اور ہم گیلری کے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں۔“ عامر رضا نے مسکرا کر کہا۔

ہم نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اتنی دیر میں عامر رضا تالا کھول چکا تھا۔ ہم اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا اور اس میں ہر طرف تصاویر ہی تصاویر تھیں۔ مختلف مصوّدوں کے شاہکار۔ ہم انھیں دیکھتے دیکھتے رہ گئے۔ عامر رضا نے اس شوق کی خاطر لاکھوں روپے تو ضرور برباد کیے تھے۔ ہمیں افسوس ہونے لگا۔ کہ کیوں عامر رضا نے یہ دولت کسی نیک مقصد کی خاطر نہ خرچ کی۔ ہمارا مذہب بھلا اس قسم کی فغول خرچ کی اجازت کب دیتا ہے۔

”یہ ہے وہ جگہ۔ جہاں وہ شاہکار تصویر تھی۔“ عامر رضا نے ایک خالی گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ ہم وہاں پہنچے۔ بغیر اس جگہ کا جائزہ لیا۔ تصویر شیشے کے ایک شوکیں میں بند کی گئی تھی۔ اور شوکیں کو تالا بھی لگا ہوا تھا۔

”کیا آپ کو گیلری اور شوکیں کے تالے ٹوٹے ہوئے ملے تھے۔“

”نہیں۔“ تالے چابیوں کے ذریعے کھولے گئے تھے۔“

”ہوں! اس کا مطلب ہے۔ چور نے پہلے چابیوں کا گچھا چرایا۔“

یہ کہتے وقت میرا ذہن رشید کی طرف چلا گیا۔

”بالکل یہی بات ہے۔“

”تب تو آپ کا ٹھکانہ فوراً رشید کی طرف جانا چاہیے تھا۔ گھر میں اور کتنے ملازم ہیں۔ اور گھر کے باقی افراد کہاں ہیں۔“

”رشید کے علاوہ ایک بارچی ہے۔ اس کا نام جانو ہے۔ ایک ڈرائیور ہے اس کا نام عدنان ہے۔ ایک مال ہے۔ مال کا نام شاہ نواز ہے۔ گھر کے باقی تمام افراد دروازے سے پہاڑ پر گئے ہیں۔ گرمیوں کے دن میرے گھر کے افراد پہاڑ پر ہی رہتے ہیں۔ بس میں اکیلا یہاں رہ جاتا ہوں۔ زمینوں کی دیکھ بھال مجھے یہاں سے کہیں نہیں جانی دیتی۔“

”تب تو ہیں رشید کے ساتھ ان تینوں کو بھی دیکھنا ہوگا۔ یہ کتنی کتنی دیر کے ملازم ہیں؟“

”تینوں چار پانچ سال پڑانے تو ضرور ہوں گے۔“

”گویا صرف رشید یا ہے۔ اس نے یہیں دھکی بھی دی کہ ہم آپ کے کسی معاملے میں دخل نہ دیں۔“

”پھر وہی بات آ جاتی ہے۔ تصویر چرا لینے کے بعد رشید کیوں یہاں لگا ہوا ہے۔ فرار کیوں نہیں ہو گیا۔“ اخلاق بڑبڑایا۔

”یہ اس کیس کی سب سے زیادہ چرآن کن بات ہے۔ یا پھر یہ کہتا ہے۔ رشید کا تصویر چرانے سے کوئی تعلق نہ ہو۔“

”اگر کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر وہ ہمارے پاس دھکی دینے کیوں چلا آیا؟“
 ”پتا نہیں۔ شاید اس کا دماغ چل گیا تھا۔“ میں نے برا سا منہ بنایا۔
 ”ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جب تصویر یہاں چرائی گئی تو اس جگہ سے
 انگلیوں کے نشانات اٹھائے جاتے۔ کیا جلال نور صاحب نے اتنا بھی
 نہیں کیا تھا۔“

”وہ بے چارے کرمی کیسے کہتے تھے۔ جب میری نظر خالی ٹوکریں پر
 پڑی تو میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اسے کھول کر دیکھا۔ بند کر کے دیکھا
 باقی گیلری میں بھی تماشاں کیا۔ ان حالات میں چور کی انگلیوں کے نشانات کہا
 باقی رہ سکتے تھے۔“

”ہوں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ آئیے واپس چلیں۔ اب آپ یہیں پکاٹے
 کے انگوٹھے کی تصویر مے دیں اور ہاں جن دونوں نیلامی ہونے والی تھیں
 اور پھر تصویر چوری ہو گئی۔ کیا ان دونوں کے اخبارات ہوں گے آپ
 کے پاس؟“

”کیوں نہیں۔ میرے پاس ان دونوں کا مکمل ریکارڈ محفوظ ہے۔“
 ”دوبری گڈ۔ ہم وہ ریکارڈ دیکھنا پسند کریں گے۔ دوسرے یہ جانتا چاہتے
 ہیں کہ آپ چاہتے کیا ہیں؟“

”میں۔ میں اپنی تصویر واپس چاہتا ہوں اور کیا چاہوں گا۔“
 ”کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے اپنی کوٹھی کے ارد گرد کچھ عندیے
 دیکھے تھے؟“

”اں! اس میں کوئی شک نہیں۔“

”عجیب بات ہے۔ میں ان سے ایک بھی نظر نہیں آیا۔ اس سے
 بھی عجیب بات یہ کہ تصویر چوری کر لینے کے بعد انہیں کوٹھی کے آس
 پاس منڈلانے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔“ اخلاق نے منہ بنایا۔

”منہ جانے اس کیس میں کتنی عجیب و غریب باتیں جبری پڑی ہیں۔“
 آفتاب بولا۔

ہم عامر رضا کے ساتھ گیلری سے نکل آئے۔ اب وہ یہیں اپنی لائبریری
 میں لائے۔ ایک الماری کھول کر البم ٹا ایک کتاب نکالی اور اس میں
 سے پاسپورٹ سائز کی ایک تصویر نکالی۔ تصویر ایک انگوٹھے کی تھی؛
 ”یہ انگوٹھا پیکاٹے کا ہے۔ اور اب میں اخبارات نکالتا ہوں۔“

تھوڑی دیر بعد ہم اخبارات میں گم ہو چکے تھے۔ بہت غور سے
 خبریں پڑھیں۔ ساری تفصیلات وہی تھیں جو جلال نور یہیں پہلے ہی بتا
 چکا تھا۔ البتہ ایک چیز کو دیکھ کر ہم ضرور چونک اٹھے اور بہت دیر
 تک اسے غور سے دیکھتے رہے۔

”عامر رضا صاحب۔ میں ایک فون کرنا چاہتا ہوں۔“ آواز میں
 نے سر اٹھا کر کہا۔

”کے۔“ اس نے حیران ہو کر پوچھا۔
 ”آپ کے دوست جلال نور صاحب کو۔“

”ٹھیک ہے۔ کر لیں۔ یہیں تو رکھا ہے فون۔“

چٹ آرہی ہے

"کیا بات ہے جناب؟ کیا آپ نے دروازہ کھولنے کا پروگرام بدل دیا ہے۔ اس طرح بھلا میں فون کر سکوں گا۔" میں نے بے چین ہو کر کہا۔
 "نہیں۔ نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔" عامر رضا نے کانپ کر کہا۔
 "تو پھر کیا بات ہے اور آپ کی آواز کیوں کانپ رہی ہے۔"
 آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ یہ کام بس بسیں زیب دیتا ہے۔" میں نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔

"لگ۔ کونسا کام۔" عامر رضا ہلکایا۔

"یہی۔ کانپنے۔ لرزنے اور ڈرنے کا۔"

"دو۔ دروازہ باہر سے بند ہے۔" عامر رضا کی آواز میں کپکپی

اب زیادہ ہو چلی تھی۔

"اوہ اوہ۔" میرے منہ سے نکلا۔ "یہ اس نے کیا غلط کی۔"

"لگ۔ کس نے۔" وہ بروکھ کر بولا۔

"اس۔ اسی دروازے نے۔ کہ باہر سے بند ہو گیا۔"

میں نے ریسپورڈ اٹھایا، فہر گھمائے۔ لیکن سلسلہ نہ ملا۔ ایک بار پھر کوشش کی۔ لیکن ناکامی ہوئی۔ اچانک میری پیشانی پر بل پڑ گئے۔
 "عامر رضا صاحب۔ آپ کے فون میں کوئی خرابی تو نہیں؟"
 "نہیں تو۔ بالکل ٹھیک ہے۔"
 "فرا دیکھیے۔" میں بولا۔

اس نے ریسپورڈ یا۔ فہر ڈائل کیے۔ لیکن کچھ نہ بنا۔ فون میں تو سرے سے کوئی آواز ہی نہیں تھی۔
 "مہربانی فرما کر ہمیں اپنے پڑوسی کے ہاں لے چلیے۔ فون کرنا بہت ضروری ہے۔"
 "اچھا۔ آئیے۔" اس نے کہا۔

مجھے ساتھ لے کر وہ لاٹبریری سے نکلا۔ اور اندرونی دروازے تک آیا۔ ہینڈل پکڑ کر دروازہ کھول پالا۔ لیکن پھر اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

"آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا۔" عامر رضا تلمل گیا۔

"اوہ ہاں۔ شاید ایسا ہی ہے۔ پھر آپ فکر نہ کریں۔ میں اس کا چٹا پھرتا بند کر دوں گا اور سوال یہ ہے کہ دروازہ باہر سے کیوں بند۔ صاف ظاہر ہے۔ کسی نے بند کیا ہے۔"

"گویا وہ شخص یا اشخاص یہ چاہتے ہیں کہ ہم کسی کو فون نہ کر سکیں۔ اور اب تو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ انھوں نے ہی فون میں گزربڑکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، تار کاٹ دیے گئے ہیں۔"

"ارے باپ رے۔ اب کیا ہو گا۔" عامر رضا متحرا اٹھا۔

"آئیے اندر چلیں۔ سب مل کر غور کرتے ہیں۔ معاملہ اب بہت سنگین ہو گیا ہے۔" میں نے بھی فکر مند ہو کر کہا۔

ہم واپس لوٹے۔ آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہو، اتنی جلدی ہو گیا فون۔ کمال ہے۔ ویسے بھائی جان۔

آپ نے فون کسے کیا ہے۔"

"کسی کو بھی نہیں۔ کسی نے دروازہ باہر سے بند کر دیا ہے۔ ہم تو باہر جا ہی نہیں سکے اور فون کے تار بھی شاید اسی نے کاٹے ہیں۔" لیکن کیوں۔ اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کوئی نہ کوئی ضرورت تو ضرور ہو گی۔ ضرورت کی تفصیل وہ خود ہی بتائے گا۔"

"ہوں۔ بات ٹھیک ہے۔ یہ بات بتانے کا حق بھی اسی کو ہے۔"

لیکن ہمارا کیا حق ہے، ہم کیا کریں۔"

"ہمیں کسی نہ کسی طرح انکل کاشان یا انکل جلالی فور کو ان حالات کی اطلاع دینی ہے۔" میں نے کہا، پھر عامر رضا کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"کیوں جناب۔ کیا کوٹھی سے باہر نکلنے کا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔" پچھل طرف بھی ایک راستہ ہے۔ لیکن دروازہ بند کرنے والوں نے بھلا اس دروازے کو کب کھلا دہنے دیا ہو گا۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ کہ انھیں پچھلے دروازے کے بارے میں علم ہی نہ ہو۔" اخلاق نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا تم نے یہ بات نوٹ نہیں کی۔ کہ رشید عرف فرغام کوٹھی کے اندر موجود نہیں ہے۔ یعنی وہ باہر ہے اور اس کے باہر ہونے کا صاف مطلب یہ ہے کہ یا تو دروازہ اس نے بند کیا ہے یا اس کے ساتھیوں نے۔ اب فوراً یاد کرو۔ عامر رضا صاحب نے کوٹھی کے ارد گرد غنڈوں کو منڈلاتے دیکھا تھا۔"

"اوہ۔" وہ دھمک سے رہ گئے۔

"یہ۔ یہ تو کوئی سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔" اشفاق ہلکایا۔

"ہاں اور ہم اس سوچے سمجھے منصوبے میں بغیر سوچے سمجھے چھپنے لگے ہیں۔ عامر رضا صاحب۔ آخر یہ لوگ آپ سے کیا چاہتے ہیں۔" پپ۔ پتا نہیں۔" وہ ہلکایا۔

”اچھا خیر۔ آئیے پہلے تو پچھلے دروازے کو دیکھ لیں۔“

ہم ایک لمبا برآمدہ طے کرنے کے بعد کومٹی کے پچھلے حصے میں پہنچے۔ لیکن دروازہ بند تھا، گویا مجرم حضرات کومٹی کی چار دیواری کے اندر تھے اور ہم اندرونی حصے میں بند۔

”اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم وائیں بائیں والے مکانات سے بھی مدد نہیں لے سکتے۔“

”خیر۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا۔ ہم کافذ پر پیغام مکہ کرکنگر پر لپیٹ کر تو پچھلے ہی سکتے ہیں۔“ میں بولا

”نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں کر سکیں گے۔“

”جی وہ کیوں۔“

”اس لیے۔ صرف میرے بچے ہی نہیں، آس پاس کے توپوں کے

پرے گھولنے پہاڑ پر گئے ہوئے ہیں۔“ آس پاس کے گھروں میں تالے لگے ہوئے ہیں۔“

”ارے باپ رے۔ پھر تو مارے گئے بے موت۔“ اخلاق تھوڑے

کاہنی آواز میں بولا۔

”یہ جملہ تو غیر غلط ہے۔“ آفتاب بول اٹھا۔

”تمہیں ایسے میں جیلوں کے درمت اور غلط ہونے کی پڑی ہوئی

ہے۔“ اشفاق تکلا اٹھا۔

”اور کیا کروں۔ کچھ بھی تو کرنے کے قابل نہیں رہے ہم۔ آفتاب

نے منہ بنایا۔

”ماریسی کی بات نہ کرو۔ یہیں بھی اندر سے دروازے اور کھڑکیاں

بند کر لی ہیں چاہیں۔ اس طرح وہ فوری طور پر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔“ اشفاق بولا۔

”ہوں۔ بات تو ٹھیک ہے۔“ میں نے جلدی سے کہا اور

سب سے پہلے ہم نے پچھلا دروازہ ہی اندر سے بند کیا۔ پھر سامنے والے دروازے کی طرف آئے۔ اس کے بعد کھڑکیوں کی طرف دوڑے۔

کھڑکیاں بند کرنے کے بعد کہیں جا کر ہم نے اطمینان کا سانس لیا۔

”گویا رشید ہی اصل مجرم ہے۔ اگر وہ اصل مجرم نہ ہوتا تو حالات

دیکھ کر پولیس کو نہ لے آتا۔“

”کیا خبر۔ وہ پولیس کو لینے گیا ہو۔“

”ایسا نظر تو نہیں آتا۔ خیر۔ میں چلاں ہوں۔ دروازہ بند کرنے

والے کیا چاہتے ہیں۔“

”اس بات پر تو حیرت مجھے بھی ہے۔“

”خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کو بھی حیرت ہے۔ اگر نہ

ہوتی تو ہم کیا کر لیتے۔“ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

”آفتاب۔ تم مسلسل بولے جا رہے ہو۔ کوئی مدد بھی ہونی چاہیے

اشفاق، اخلاق۔ تم کومٹی کی صحبت پر چلے جاؤ۔ اور چاروں طرف

کا جائزہ لیتے رہو۔ جو کسی کوئی خاص بات لٹ کر نہ فوراً آجی

عامر رضا کو اشارہ کیا۔

”پوچھیے۔ کون ہے؟“

”نک۔ کون ہے۔“ وہ ہلکایا۔

”ایک مظلوم۔“ باہر سے آواز آئی۔

”مظلوم صاحب۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا ہم دروازہ کھول دیکھا۔“

”دروازہ کھولنے نہ کھولنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“

”کیا مطلب۔ فرق کیوں نہیں پڑنے گا۔“

”کھول کر دیکھ لو۔“ باہر سے کہا گیا۔ آواز عجیب سی تھی۔

مطلب یہ کہ جانی پہچانی نہیں تھی۔

”کیا خیال ہے۔ دروازہ کھولا جائے۔“ میں نے ان کی طرف دیکھا۔

”یہ تو آہیل مجھے مار دالی بات ہو گی۔ ہم دروازہ کیوں کھولیں۔“

آفتاب نے کہا۔

”ہوں ٹھیک۔ ہے۔“ میں نے کہا۔ پھر بلند آواز میں بولا۔

”چلیے جناب۔ مان لیتے ہیں کہ دروازہ کھولنے یا نہ کھولنے سے

کچھ نہیں بنے گا۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔“

”عامر رضا کو معلوم ہے۔ ہم کیا چاہتے ہیں۔“

”لیکن ہمیں تو معلوم نہیں۔ آپ ہمیں بتا دیں۔ آفتاب نے جواب

کہہ دیا۔

”تم لوگ عامر رضا سے پوچھ لو۔“

اخلاص دور۔ اور اگر پیغام رسائی کا کوئی ذریعہ نظر آ جائے۔ تو اس کی طرف

سب سے پہلے توجہ دو۔ کاغذ کی چٹیں مکھڑ کر پیلے ہی مکھڑوں پر پھیلت

کر رکھ لو۔ اور جو منی موقع ملے۔ انھیں کوٹھڑی سے دور سرنگ پر پھینکنے

کی کوشش کرو۔ اس طرح کہ دروازہ بند کرنے والے ان کو نہ دیکھ

سکیں۔ اور کسی راغبیر کی نظر ان میں سے کسی پر پڑ جائے۔ یہ کام بہت

عزوری ہے۔ زیادہ سے زیادہ کاغذ کی چٹیں مکھڑ کر تیار کر لو۔“

”بہت بہتر۔ یہ کام بھی کر لیں گے، آپ فکر نہ کریں۔ اگر نیچے

بہاری ضرورت محسوس ہو تو ہمیں فوراً بلا لیں۔“

”ہاں۔ یہی کریں گے۔ تم فکر نہ کرو۔“

اشفاق اور اخلاق عامر رضا سے کاغذ لے کر سیڑھیوں کی طرف چلے

گئے۔ عین اسی وقت بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ ہم چونک اٹھے۔

آفتاب کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”ہائیں۔ ان حالات میں کون ملنے آ گیا۔ اس نے اتنا بھی نہ سوجا۔“

وہ جملہ مکمل نہ کر سکا۔

”کتنی بھی نہ سوجا۔“

”پتہ پتا نہیں۔ کتنی بھی نہ سوجا۔ آئیے۔ ذرا دیکھیں۔ کون ہے

دروازے پر۔“ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

ایسے میں بھی میں مسکراتے بغیر نہ رہ سکا۔ دراصل گھبراہٹ ہم

سبھی پر سوار ہو چکی تھی اور ڈرتے ڈرتے دروازے پر پہنچے۔ میں نے

”ارے ہاں - واہ - کتنی اچھی بلکہ نادر ترکیب ہے - عامر رضا صاحب کیا آپ ہمیں بتانا پسند کریں گے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟“

”مم - مجھے نہیں معلوم -“ عامر رضا نے کانپ کر کہا۔

”مسٹر عامر رضا کا کہنا ہے کہ انھیں نہیں معلوم -“ میں بلند آواز میں بولا۔

”یہ جھوٹ سے کام لے رہے ہیں -“ باہر سے جواب دیا گیا۔

”تب پھر آپ ہم سے کام لے لیں اور ہمیں بتا دیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں، ہو سکتا ہے، ہم انھیں آپ کی بات ماننے پر رضامند کر لیں -“

”ہاں ٹھیک ہے - ہم بھی یہی چاہتے ہیں، دونوں فریقوں کا بھلا بھی اسی میں ہے -“

”تو پھر جلدی سے بتائیں - ماسے بے چین کے ہمارا برا حال ہے“

”ہم کاغذ پر لکھ کر دروازے کے نیچے سے سرکار رہے ہیں۔ اٹھا کر پڑھ لیں -“

”شکریہ - لیکن ذرا پہلے یہ بھی بتا دیں - آپ ہیں کون؟“

”اچھا - میں رشید ہوں - ویسے میں نے تم لوگوں کو اپنا نام فرغام بتایا تھا - میں ذرا آواز بدل کر بول رہا تھا - اب پھر پہلی آواز میں بات چیت کروں گا -“ اس نے پہلی آواز میں کہا۔

”خدا کا شکر ہے - آپ کی آواز تو جانی پہچانی محسوس ہوئی - آفتاب

نے خوش ہو کر کہا۔

”یہ لو - چٹ آ رہی ہے -“

”اے چٹ - تیرا شکریہ کہ تو آ رہی ہے -“ آفتاب بولا۔

”آدھ منٹ بعد ہم نے ایک چٹ کو اندر کی طرف سرکتے دیکھا۔ میں نے اسے ٹپٹکی سے پکڑ کر اٹھا لیا اور آنکھوں کے سامنے لایا۔ ہم نے دیکھا اس پر کھانا تھا۔

”مسٹر عامر رضا - اب دھوکے بازی سے کام نہیں چلے گا۔ تمھاری چوری پکڑی جا چکی ہے - بہتر تو یہ ہو گا کہ تم ہمارا مطالبہ مان لو - باہر کے لوگوں کو نکال باہر کرو اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر معاملہ طے کر لو - ورنہ ہم اپنے اصلی رنگ میں آجائیں گے اور پھر آپ کہیں کے نہیں رہیں گے - بذیل چٹ جواب دیں اور جلد از جلد -“ آپ کا وفادار رشید - عرف شیدا یا پھر فرغام“

چٹ پڑھ کر میں نے اور آفتاب نے عامر رضا کی طرف دیکھا - اس کا رنگ اڑا اڑا نظر آ رہا تھا۔

”عامر رضا صاحب - اس چٹ پر کھے ہوئے الفاظ ہمارے ہوتے نہیں پڑے - یہ لوگ آپ کو دھوکے باز کہہ رہے ہیں - اپنے اصلی رنگ میں آنے کی دھمکی بھی دے رہے ہیں - آغزان کا مطالبہ کیا ہے -“

”ان کا مطالبہ -“ عامر رضا نے کھوٹے کھوٹے لہجے میں کہا۔

ہاں - ان کا مطالبہ - " میں نے منہ بنا کر کہا -

" ان کا مطالبہ یہ ہے کہ میں وہ تصویر ان کے حوالے کر دوں -

" کیا مطلب - " میں چونک کر بولا - " وہ تصویر تو آپ کے ہاں سے

چوری ہو چکی ہے -

" ہاں ، بالکل ٹھیک - لیکن یہ لوگ یہ بات ماننے پر آمادہ نہیں -

" لیکن آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہے - اور اگر معلوم تھی تو

آپ نے جہیں کیوں نہیں تھالی -

" دروازے باہر سے بند کیے جانے سے پہلے یہ بات میرے فرشتوں

کو بھی معلوم نہیں تھی - لیکن اب بات پوری طرح سمجھ میں آ چکی ہے -

" تو کیا - آپ کو رشید پر شک نہیں تھا -

" نہیں - وہ کھل کر اس وقت سامنے آیا ہے -

" ہوں - خیر - تو یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ وہ تصویر ان کے

حوالے کر دیں -

" ہاں - جب کہ وہ تصویر پہلے ہی میرے پاس سے چرائی جا

چکی ہے -

" ٹھہریے - میں ان سے بات کرنا ہوں - " یہ کہہ کر میں نے مز

دروازے کی طرف کر دیا -

" ہیلو مسٹر فرغام - آپ کو فرغام کے نام سے اس لیے پکار رہا

ہوں کہ ہمیں آپ کا یہی نام پسند ہے - مسٹر عامر رضا کا گنا ہے

کہ تصویر ان کے ہاں سے چوری ہو چکی ہے - اب یہ آپ کو کس طرح

دے سکتے ہیں -

" پتا نہیں - کس طرح دے سکتے ہیں - ہم تو بس ایک بات چاہتے

ہیں کہ تصویر لے کر ہی اس ملک سے جائیں گے -

" ت - تو کیا - آپ کا تعلق ملک وٹاس سے ہے -

" ہاں - مسٹر پیکاڈلے نے ہماری خدمات حاصل کر رکھی ہیں -

ان کا حکم ہے کہ ہر حال میں تصویر حاصل کر کے ان تک پہنچانے جائے -

" ہوں - آپ بھی سچے ہیں - لیکن مسٹر عامر رضا مہلا کیا کر سکتے

ہیں - تصویر تو اب اس چور کے پاس ہو گئی -

" تو پھر آپ لوگ اس چور سے حاصل کر کے ہمیں دے دیں -

فرغام نے فرما کر کہا -

" ہمیں منظور ہے - لیکن اس کے لئے ہمیں باہر جانا ہو گا - اس

کام میں کچھ دقت بھی لگے گا -

" ہوں - خیر - اس پہلو کا جائزہ بھی لے لیا جائے گا - پہلے تو

ذرا ہم اپنی سی کرشمش کر دیکھیں -

" اپنی سی کرشمش - کیا مطلب ؟

" ابھی بتاتے ہیں - دروازے سے ذرا پیچھے جٹے جاؤ -

" ٹھک - کیوں - خیر تو ہے - کیا کوئی سانپ دالہ اندر بھیج رہے ہیں

" نہیں - بس دیکھتے جاؤ -

”چلیے۔ مسٹر عامر رضا۔ دیکھیے۔“ آفتاب جل کر بدلا۔

ساتھ ہی ہم دروازے سے ہٹ گئے۔ ایک منٹ بعد ہم نے پانی جیسی چیز جھک کر اندر آتے دیکھی۔ ساتھ ہی تیز بونٹھنوں میں آئی اور ہم حقراً اٹھئے۔

”ارے۔ یہ۔ یہ کیا۔ یہ تو پڑول ہے۔“ میں نے کانپتی آواز میں کہا۔

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ یہ پڑول ہے۔ اس طرح اسے استعمال کرنے کا مطلب بھی آپ لوگ اچھی طرح سمجھتے ہوں گے اگر نہیں تو ابھی ایک منٹ بعد ہی دیا سلائی جلنے کی آواز سن لیجیے گا پڑول کچھلے دروازے سے بھی اندر کی طرف اندھیل دیا گیا ہے۔ کڑکڑاہٹ سے بھی اندر آ رہا ہے۔ کوئی کمرہ اور کوئی حیدر آگ سے محفوظ نہیں رہے گا۔ اب کیا خیال ہے مسٹر عامر رضا۔ جان پیاری ہے یا وہ تصویر۔“

اس مرتبہ فرغام کے الفاظ انتہائی سرد تھیں۔ ہم کانپ کر رہ گئے۔ عامر رضا کا رنگ اڑ گیا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا۔

”عامر رضا۔ اب کہو۔ کیا کہتے ہو؟ اگر تم نے جواب میں یہ کہنا کہ تصویر تمہارے پاس نہیں ہے۔ تو پھر ہم پڑول کو دیا سلائی دکھا دیں گے۔ کیونکہ اگر اس کو بھی میں تصویر نہیں ہے تو ہمیں تمہاری زندگی سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہماری طرف سے تم جاؤ جہنم میں۔“

”ٹھٹھ۔ ٹھٹھ۔“ عامر رضا چیخ پڑا۔

”لیکن مسٹر عامر رضا۔ انھیں ٹھٹھا کر آپ کیا کر لیں گے۔ وہ تو سوائے تصویر کے اور کوئی بات سننے پر آمادہ نہیں۔ اور تصویر آپ کے پاس ہے نہیں۔“ میں نے مردہ آواز میں کہا۔
”عین اسی وقت ہم نے اشتقاق اور اشتقاق کو آتے دیکھا۔ ان کے چہرے سفید پڑے ہوئے تھے۔“

"ہاں - اب - اب کیا ہو گا -" اخلاق نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا -

"چند سیکنڈ بھی گزر چکے - اب ہم اور انتظار نہیں کر سکتے - عدنان زکامو پاس -"

"ٹھہرو - میں تصویر دیتا ہوں -" عامر رضا نے چیخ کر کہا -
"تصویر دیتے ہیں - لیکن کہاں سے دیں گے - تصویر تو چوری ہو چکی ہے -" میں حیران ہو کر بولا -

"یہ ہولناکیاں بات - دردناک کھول دو ہم اندر آکا چاہتے ہیں -" باہر سے کہا گیا -

عامر رضا نے آگے بڑھ کر جھنجھیٹا دیا - فرغام ، عدنان اور تین اور غڈے دھڑکھڑاتے اندر داخل ہو گئے - ان کے ہاتھوں میں ہسٹل تھے -

اب ہماری حیرت میں بے پناہ اضطاد ہو چکا تھا - تصویر جو چوری ہو چکی تھی - عامر رضا ان لوگوں کو کہاں سے دینے والا تھا - پھر یہ سوچ کر حیران نہ ہوتے تو کیا کرتے -

انہوں نے اندر آتے ہی دروازہ بند کر لیا -

"باہر ہمارے اور سامتی بھی موجود ہیں - ضرورت پڑنے پر وہ بھی اندر آ جائیں گے -"

"عدنان - میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم غداری کر رہے -"

غدار وطن

"ہم ٹھہر گئے - لیکن زیادہ دیر نہیں ٹھہریں گے - کیونکہ اس طرح تو سارا پٹرول اڑ جائے گا اور ہمارے پاس اس وقت پٹرول کا کوئی ٹرک تو ہے نہیں -"

"اچھا - چند سیکنڈ -" میں جلدی سے بولا اور پھر ان دونوں کی طرف مڑا -

"جلدی بناؤ - کیا کہنا ہے -"

"ان کے پاس پٹرول کے بے شمار گین ہیں - ڈرامیٹر ان کا سامتی بنا ہوا ہے - شاید وہ فائبر گینڈوں میں پٹرول مہر دیا ہو کر رکھ رہے ہیں -"

"اوہ - گویا وہ پوری کوٹھی کو جلا کر راکھ کر سکتے ہیں - میں

نہ سمجھتا تھا - بس یہی پٹرول ہو گا جو وہ انڈیل چکے ہیں - اور یہ

اتمی کر کے اڑا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے - لیکن ابھی تو وہ کسی

بار اور پٹرول انڈیل سکتے ہیں -" میں نے حق تعالیٰ کا ہمتی آواز میں کہا -

عالم رضا نے ابھی ابھی آواز میں کہا۔

”پٹرول کی ضرورت کے لیے عدنان کو ساتھ لانا پڑا۔ ہم نے اسے ایک بہت بڑا لاپچ دیا تھا۔ ساری عمر ملازمت کر کے بھی یہ آنا نہیں کما سکتا تھا۔ ہاں تو کہاں ہے تصویر۔“

”میں نے اسے دس لاکھ روپے میں خرید لیا تھا۔ میرے دس لاکھ دے دیں۔ اور تصویر لے جائیں۔“ عالم رضا بولا۔

”ہرگز نہیں۔ چوری کی چیز خریدنے کا آپ کو کوئی حق نہیں تھا۔“ فرغام بولا۔

”گویا تم مجھے میری رقم نہیں دو گے۔“

”نہیں۔ یہ کیا کم ہے کہ تصویر کے بدلے تمہاری زندگی بخش رہی ہے۔“ فرغام بولا۔

”اچھا پٹر۔ تصویر بیان سے دس میل دور میرے ایک دکانے مکان میں موجود ہے۔ وہ مکان جنگل میں واقع ہے اور عام طور پر آسبب زدہ مشہور ہے۔ کوئی ادھر کا رخ نہیں کرتا۔ میں نے تصویر کو وہاں رکھ دیا تھا۔“

”لیکن کیوں۔ آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں چیخ پڑا۔“ ایک بار پٹے۔ ملک دہائیس سے میرے ایک معصوم دوست نے

یہ اطلاع دی تھی کہ پکاڈلے میری طرف ایک ٹیم روانہ کر رہا ہے کیونکہ ایک جاسوس نے اسے اطلاع دی ہے کہ چوری شدہ تصویر

تمہارے پاس ہے۔ یہ اطلاع ملنے ہی میں نے جلالی نذر کو بلا کر مشورہ کیا اور اس مکان کا بھی ذکر کیا۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ تصویر کو اس مکان میں چھپا دیا جائے۔ اور اس کے بعد تصویر کی چوری کی خبر اڑا دی جائے۔ لیکن باقاعدہ رپورٹ نہ درج کرائی جائے۔ اس طرح وہ ٹیم خود بھی ناکام ہو جائے گی۔ اور واپس چل جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ٹیم نے شہر میں پہنچ کر میری کوٹھی کے آس پاس کا جائزہ شروع کیا تو انھیں اس بات کا علم ہو گیا کہ تصویر چوری ہو چکی ہے۔ یہ غائب ہو گئے۔ لیکن شاید اندر ہی اندر تحقیق کرتے رہے۔ پھر فرغام نے رشید کے روپ میں یہاں ملازمت کر لی۔ میں عقل کا اندھا سوچ بھی نہ سکا کہ فرغام انہی میں سے ایک ہے۔ اور پھر میں نے کوٹھی کے آس پاس غنڈوں کو منڈلاتے دیکھا تو احساس ہوا کہ یہ لوگ ابھی گئے نہیں۔ چنانچہ جلالی نذر کو بلایا۔ اس نے مشورہ دیا کہ کیوں نہ ہم تصویر کی چوری کی فرضی تحقیق کرنا شروع کر دیں۔ اس طرح ان لوگوں کو یقین ہو جائے گا کہ واقعی تصویر تو چوری ہو گئی ہے۔ تبھی تو ہم اس کا سراغ لگوا رہے ہیں۔ پروگرام کے مطابق جلالی نذر تمہارے پاس پہنچے۔ پھر میں مل گیا۔ ادھر فرغام نے شاید یہ سمجھا کہ ہم ان کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں۔ لہذا یہ شخصیں دھمکی دیتے پہنچ گیا۔ اس کے بعد کے حالات تو سب کو معلوم ہی ہیں۔ یہاں تک

کہہ کر عامر رضا خاموش ہو گیا۔

”پھر اب آپ نے اتنی آسانی سے کیوں بتا دیا۔“ آفتاب نے منہ بیاہ اور کیا کرتا۔ موت سامنے نظر آئی تو دس لاکھ کا نقصان بھی معمول نظر آنے لگا۔ زندگی سب سے زیادہ قیمتی نظر آئی۔ اس لیے میں چلا اٹھا۔ کہ تصویر دینے کے لیے تیار ہوں۔“

”افسوس! آپ نے بہت جلدی کی۔ یہ لوگ تو صرف ڈرا ہیے تھے۔“ میں نے کہا۔

”نہیں مسٹر شوکی۔ تم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنا ہمارے پروگرام میں شامل تھا۔“

”تب پھر اب بھی شامل ہو گا۔“ اشتفاق نے اسے گھورا۔

”نہیں۔ تصویر ملنے کے بعد ہمارا غصہ ختم ہو جائے گا۔ اب آتا ہے مرحلہ تصویر وہاں سے لانے کا۔ مسٹر عامر اس جگہ سے آپ کے علاوہ اور کون واقف ہے۔“

”میں جب بھی وہاں گیا، اپنے باورچی کو لے کر گیا۔ تاکہ کھانے وغیرہ کی پریشانی نہ ہو۔ اور کوئی بھی اس مکان سے واقف نہیں۔“

عامر رضا نے کہا۔

”پھر تو ٹھیک ہے۔ ہم جامو کو ایک آدمی کے ساتھ بھیج دیتے ہیں۔ جامو اور مالی باہر بندھے پڑے ہیں۔ اگر تم تصویر لے آؤ تو سب لوگ زندہ سلامت رہو گے اور اگر تصویر نہ لائے تو

پھر کسی کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔ طے یہ کرنا ہے کہ جامو کے ساتھ کون جائے گا۔“

”مم۔ میں چلا جاتا ہوں۔“ عامر رضا نے فوراً کہا۔

”آپ تو خیر کسی صورت نہیں جا سکتے۔ ہاں شوکی برادرز میں سے ایک آدمی ساتھ جا سکتا ہے۔ اور ایک آدمی ہمارے ساتھ ہو گا۔ تین آدمی جائیں گے اور تصویر اس طرح لائیں گے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔“ جائیں گے بھی عامر رضا کی کار میں اور کار عدنان چلائے گا۔ گویا ہماری طرف سے عدنان جائے گا۔ مسٹر شوکی۔ تم میں سے کون ساتھ جائے گا؟ یہاں تک کہہ کر فرغام خاموش ہو گیا۔

”کک۔ کیوں۔ بھئی۔ ہم میں سے کون جائے گا۔“ میں نے ہسکا کر کہا۔

”پتا نہیں۔“ آفتاب برہنہ پایا۔

”یہ کیا بات ہوئی۔ کیا یہ وقت مذاق کا ہے۔“ اشتفاق نے بھنکا کر کہا۔

”اچھا تو پھر میں ہی چلا جاتا ہوں۔“ میں نے بولا۔

”ہاں۔ یہ ٹھیک رہے گا۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”تو پھر بسم اللہ کریں۔“

مستور می دیر بعد میں، جامو اور عدنان کی کار میں بیٹھے جا رہے تھے۔

"مسٹر عدنان - بہت بری بات ہے۔" میں نے راستے میں کہا۔

"کیا بات بہت بُری ہے؟"

"یہ کہ آپ ہمارے ہم وطن ہو کر غیر ملکیوں کا سامعہ دے رہے ہیں۔"

"میرے ہم وطن مجھے ایک ماہ کام کرنے کے بعد ایک ہزار

روپے دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ دس پندرہ دن کے سامعہ کا بدلہ

دو لاکھ روپے کی صورت میں دیں گے۔ دو لاکھ روپے میں کوئی

اچھا بھلا کاروبار شروع کر سکیں گا اور کچھ نہیں تو ایک ٹیکسی

خرید لوں گا اور شہر میں چلایا کروں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن ناجائز آمدنی ہوگی۔"

"تو عام رخصتے کوئی جائز کام کیا ہے۔ ایک چورہ کی چیز

خرید کی۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ غیر ملکیوں

کا سامعہ دینا شروع کر دیں۔ عام غلو کار کافی سزا مل چکی ہے۔ آئندہ

وہ ایسا نہیں کریں گے۔ اگر آپ ہمارا سامعہ دیں تو ہم اب بھی

ان لوگوں کو گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ اس طرح مجھے کیا ملے گا۔ میں ڈرائیور کا ڈرائیور رہ

جائوں گا۔ دو لاکھ روپے میرے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔"

"دو لاکھ روپے تو ہاتھ میں آکر بھی نکل سکتے ہیں۔" میں

نے جل بہن کر کہا۔

"وہ کیسے؟" عدنان ہنسا۔

"اس طرح کہ پولیس آپ کو نہیں چھوڑے گی۔ غیر ملکیوں کی مدد

کے جرم میں۔"

"لیکن، کیس تو درج ہی نہیں کرایا گیا۔"

"ہم تو کرا بھی سکیں گے۔"

"کرا دینا۔ دیکھا جائے گا۔ میں ضمان چکا ہوں۔ دو لاکھ روپے

حاصل کر کے رہوں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے۔"

"فرغام اور اس کے ساتھی تو تصویر حاصل کرتے ہی فرار ہونے

کی کوشش کریں گے۔ وہ آپ کو دو لاکھ روپے کہاں سے ادا کریں

گے۔"

"پتلے ہی تمام معاملات طے ہو چکے ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔"

"اچھا چلیے تمھاری مرضی۔ مجھے ڈر تو صرف ایک ہے۔ نہ تو مجھے تصویق

سے دلچسپی ہے اور نہ دولت سے۔ مجھے تو خطرہ یہ ہے کہ تصویر

حاصل نہ کیے کے بعد فرغام ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے

گا۔ عدنان صاحب آپ کو بھی نہیں۔"

"کیا بکتے ہو؟" عدنان چیخا۔

"بھلا وہ کیوں آپ کو دو لاکھ روپے دے گا۔ دو لاکھ کی

جگہ ہے۔ وہ بیس بائیس روپے کی ایک گول کیوں نہ آپ کے سینے

میں آٹا دے گا۔ کیا وہ اتنا ہی بے وقوف ہے۔"

"نہیں! عدنان کھوئے کھوئے لمحے میں بولا۔

"ابھی وقت ہے۔ میری بات مان لیں۔ کار کا ڈر پالیس اشرف کی طرف کر دیں۔ اس طرح تم مجھے درغلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ اچھے دار باتوں میں الجھا رہے ہو۔ لیکن میں دو لاکھ روپے سے غلام ہونا ہرگز پسند نہیں کروں گا۔"

"اچھا۔ جیسے تمہاری مرضی۔" میں نے منگ آ کر کہا۔

ہمارے بالکل خاموش تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے اس گفتگو سے کوئی دلچسپی ہی نہ ہو۔ میں نے بھی اسے پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا۔ آخر ہم اس مکان تک پہنچ گئے۔ عامر رضا نے چابیاں دیاں کو دی تھیں اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ تصویر ایک الماری کی ہے۔ اس لیے تصویر حاصل کرنے میں کوئی وقت نہ ہوتی۔ ہم نے تصویر

کو کار میں رکھا اور واپس روانہ ہوئے۔ مجھے اشتقاق اور اخلاق پر بے ستار شاغفہ آ رہا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ چٹوں پر پنجم لکھ لکھ کر لکھریں میں لپیٹ کر کومٹی کے چاروں طرف چھپک دیں لیکن شاید انھوں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اگر کیا ہوتا تو اب ہم ضرور پالیس پارٹی لہم تک پہنچ چکے ہوتے۔ یہی وجہ تھی کہ مجھے وہ پر غصہ آ رہا تھا۔ میں عدنان کے ساتھ کوئی گڑبڑ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ نہ کوئی چال چل سکتا تھا۔ کیونکہ کومٹی میں میرے ہاتھ بھائیوں، عامر رضا اور ملازم شاہ لہاز کی جانبیں دائرہ پر لگی ہوئی

تھیں۔ ہاں۔ اس صورت میں ضرور کچھ ہو سکتا تھا کہ عدنان ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو جاتا۔

کوئی کومٹی کے چاروں طرف گھرا سنا تھا۔ رات کے دس بج رہے تھے یہ علاقہ بھی کم آباد تھا۔ میرا دل بیٹھنے لگا۔ گویا کوئی درد دینے نہیں آئی تھی۔ حالات جوں کے توں تھے۔ آخر ہم کار سے اترے۔

عدنان کے ایک ہاتھ میں پستول تھا۔ تو دوسرے میں تصویر۔ ابھی تک ہم تصویر کا جائزہ نہیں لے سکے تھے۔ لیتے بھی کیسے۔ اس وقت تصویر سے کسے دلچسپی رہ گئی تھی۔ یہاں تو جان کے لالے پڑے تھے۔ فرغام یہیں دیکھ کر کھل گیا اور چپک کر بولا۔

"بہت خوب۔ تو تم تصویر لے آئے۔ زندہ باد۔ لاؤ عدنان تصویر مجھے دے دو۔"

"اور میرے دو لاکھ۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ وہ بالکل تیار ہیں۔ میرا سوٹ کیس اٹھا لاؤ۔ میرے کمرے سے۔" اس نے کہا۔

عدنان نے مطمئن ہو کر تصویر فرغام کی طرف بڑھا دی۔ فرغام نے تصویر لے لی۔ عدنان کمرے سے باہر جانے کے لیے دروازے کی طرف دڑا ہی تھا کہ ایک غار جہاں اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ہاتھ سے سون بہ نکلا۔ وہ سبھنچکا رہ گیا۔ مزہ کھلا کا کھلا اور آگئی پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسی حالت میں فرغام کی طرف دڑا اور بولا۔

"یہ - یہ - یہ کیا؟"

"غلامی کا انجام - تم تو اپنے ملک اور ملک کے لوگوں کے وفادار نہیں - تو ہمارے کیا وفادار رہ سکتے ہو اور پھر ہم تمہیں دو لاکھ روپے کیوں دیں - تم اب ہمارے کیا کام آؤ گے - ہمارے خزانہ کی تیاری ممکن ہے - تم سب لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ہم چلے نہیں گے۔"

"نہیں - نہیں - عدنان نے ستر ستر کانپٹی آوازیں کی اور پھر اس کی نظریں میرے چہرے پر پڑیں اور جھکتی چلی گئیں شاید اسے میرے الفاظ یاد آ گئے تھے - مجھے یوں لگا جیسے وہ کہہ رہا ہو۔"

"تت - تم - تم نے - ٹھیک کہا تھا دوست۔"

لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، اب تو سانپ ہاتھ سے نکل چکا تھا - لیکر پیٹنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

ایک بات

چند لمحے تک کمرے میں موت کی خاموشی طاری رہی - آخر عامر رضا نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"گویا تصویر تو ہاتھ سے گئی ہی - زندگی بھی جائے گی۔"

"ہاں - ایسا ہی ہے۔"

"لیکن ہم سب کو مار کر آپ لوگوں کو کیا ملے گا - آپ ہمیں باندھ کر کوئٹے کے دروازے باہر سے بند کر کے بھی تو جا سکتے ہیں۔ اس صورت میں ہم آپ کے لیے خطرناک تو ثابت ہوں گے نہیں۔"

"ہاں - یہ ٹھیک ہے - لیکن - ہیں تم لوگوں سے بھلا کیا بھڑکی ہو سکتی ہے - ہم تمہیں کیوں زندہ چھوڑیں - تم ہمارے ہم مذہب نہیں - ہم وطن نہیں - ہمارے دشمن ملک سے تعلق رکھتے ہو - اس ملک کو ہم جتنا بھی نقصان پہنچائیں کم ہے۔"

"اور - تو یہ بات ہے - پھر تو ہم بھی تم لوگوں کے ہاتھوں ملنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے - ہم اس طرح شہید ہوں گے۔"

گا۔ " میں بولا۔

"اوہ ہاں۔ واقعی۔ غیر تو پھر میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ یہ پیکاٹلے کی زندگی کی سب سے بہترین تصویر ہے اور سب سے زیادہ منگلی بکنے والی تھی کہ چال گئی۔"

"تم اب بھی اصل بات نہیں بتا رہے ہو دوست۔" میں نے پراسرا انداز میں مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" فرغام کے لمبے میں بلا کی حیرت تھی۔

"غیر۔ تو پھر مجھ سے ہی سنو۔ یہ تصویر ملک شہزادے

کی ہے۔ تمہارے ملک کے صدر کے اٹھائے پر ایک لڑکی نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ یہ شہزادہ تمہارے ملک کا بہت بڑا مخالف تھا اس کے قتل پر تمہارے پرے ملک میں خوشی منائی گئی۔ ملک کے صدر نے پیکاٹلے کو حکم دیا کہ وہ اس واقعے کو ایک شاہکار تصویر میں ڈھالے۔ چنانچہ اس نے یہ تصویر بنائی۔ یہ ملک کے صدر کی خدمت میں پیش کی جانی تھی اور پیکاٹلے کو اس قدر انعام ملا تھا کہ اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ لیکن اس سے پہلے ہی کسی ستم ظریف نے تصویر اٹا لی۔ بیلام کی تو جھوٹی خبریں اڑائی گئی تھیں۔ اس تصویر کا تو منہ بوم ہوا ہی نہیں تھا۔ یہ ہے تصویر کی اہمیت۔ کہ وہ یہ فعل ہے۔ لیکن تمہارے گیسے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم نے بہت بڑے اخبارات کا مطالعہ کیا ہے اور جن دولوں تصویر چرائی گئی تھی، ان دولوں کے اخبارات کا

"تو پھر دیر کس بات کی ہے؟" وہ ہوا شدید۔ "فرغام بولا۔
"لیکن۔" میں نے اچانک کہا اور پھر رک گیا۔ سب چونک کر میری طرف دیکھنے لگے۔
"لیکن کیا۔"

"یہ ان کی پرانی عادت ہے۔ لیکن کے بعد ضرور رکتے ہیں۔"

آفتاب بولا۔

"لیکن۔" میں نے جیسے آفتاب کا جملہ سنا ہی نہیں۔ میں شدید ہونے سے پہلے ایک سوال ضرور پوچھوں گا۔ اور وہ یہ کہ اس تصویر کی اہمیت کیا ہے۔ اگر یہ صرف فن کا ایک پارہ ہی تھی تو اس کے لیے اس قدر پاڑ نہیں بیٹے جاسکتے تھے۔ ضرور تصویر کا کوئی اور راز ہے۔"

فرغام میری بات سن کر چونک اٹھا۔ اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ اس کی نظریں کئی سیکنڈ تک میرے چہرے پر جمی رہیں۔ آخر وہ سانپ کی طرح پھینکار کر بولا۔

"تمہارے خیال میں اس تصویر کی اہمیت کیا ہے۔"

"افسوس۔ میں نہیں جانتا۔ آپ بتا دیں۔"

"یہ پیکاٹلے کا ایک شاہکار ہے۔ جب اس کی نیلامی ہوگی تو

تمہیں اس کی اہمیت معلوم ہو جائے گی۔" اس نے غرر کر کہا۔

"کس طرح معلوم ہو جائے گی۔ میں اس وقت دنیا میں کہاں ہوں

بھی مطالعہ کیا۔ اس لیے اگر تم انکار بھی کرو۔ تو بھی کوئی فائدہ نہیں۔
"چلو خیر۔ میں مان لیتا ہوں۔ لیکن تمہیں ان معلومات سے سنبھلا کیا
فائدہ پہنچ سکتا ہے۔" فرغام بولا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔" اسم الجمن تو دفع ہو گئی۔ "میں بولا۔

"لیکن مہائی جان۔ میں بہت حیران ہوں۔" ایسے میں آفتاب
بول اٹھا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔ تمہیں حیران ہونا بھی چاہیے۔" میں بولا۔

"کی مطلب۔ حیران ہونا بھی چاہیے۔ یہ کیا بات ہوئی۔" فرغام نے
حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں۔ مہائی جان۔ میں بھی حیران ہوں۔" اشفاق بولا۔

"ان حالات میں مجھے بھی حیران ہونے بخیر چارہ نہیں۔" اشفاق
نے کہا۔

"کی مصیبت آگئی ہے۔ آخر تم لوگ کس بات پر حیران ہو۔"
فرغام نے جھنجھلا کر کہا۔

"اس بات پر کہ۔ اگر ایک شاہکار تصویر غائب ہو گئی تھی، تو
اس کے لیے اتنا جھنجھٹ مول لینے کی کیا ضرورت تھی۔ پیکاڈے وہ
تصویر دوبارہ بنا سکتا تھا۔"

"شاہکار تصویر بار بار نہیں بنا سکتی۔ تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں۔"
فرغام نے برا سا منہ بنایا۔

"تو کیا ہوا۔ دوسری تصویر میں تعویذی بہت کمی رہ جاتی۔ پھر اس
کے کیا فرق پڑ جاتا۔ نہیں۔ بات مزور کوئی اور ہے۔"

"ہاں۔ تم بہت چالاک ہو۔ بات واقعی کچھ اور ہے۔ پیکاڈے
واقعی بالکل اس جیسی اور تصویر بنا سکتا تھا۔ اگرچہ اس میں بہت وقت
لگتا۔ لیکن بنا مزور لیتا۔ لیکن وہ باتیں ایسی ہو گئیں کہ اس تصویر کو
حاصل کرنے کا منصوبہ بنانا پڑا۔" فرغام یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔
"ہوں۔ اور وہ وہ باتیں کیا ہیں۔"

"ایک تو یہ کہ صدر صاحب کو تصویر کی چوری کی خبر ہو گئی۔ دوسرے
یہ کہ پیکاڈے کے دائیں بازو پر فالج گر گیا۔ یہ فالج تصویر کی چوری کی خبر
سن کر گرا تھا۔ اب پیکاڈے کوئی تصویر نہیں بنا سکتا تھا۔ اور صدر
نے حکم دیا کہ چوری شدہ تصویر کو دوبارہ حاصل کیا جائے۔ کیونکہ تصویر
کا چوری ہو جانا ان کے ملک کی بہت بے عزتی ہے۔ دراصل کسی
نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ تصویر اڑائی جاسکتی ہے۔ اسی لیے اس
کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ اس قدر اسم، مشورہ اور
بڑی چیزوں کو چرانے کی کوئی جرات نہیں کرتا۔ کیونکہ ایسی چیزوں کا
فروخت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لیکن وہ چیز بھی شاید کوئی بہت بڑا
اور ذہین چور تھا۔ اور تصویروں کے شائق لوگوں سے واقف بھی تھی۔
تو وہ سیدھا عامر رضا کے پاس آ گیا۔"

"خیر۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سیدھا اسی کے پاس آیا ہو گا۔"

کیا خبر دہ اور کتنے لوگوں کے پاس گیا ہو۔ لیکن سبھی اس تصویر کو خریدنے سے گھبرا گئے ہوں گے۔

"ہوں۔ تو یہ ہے وہ دو باتیں۔ پیکاڈلے اب تصویر نہیں بنا سکتا اور دوسرے صدر کا حکم۔ اس وجہ سے ساری دنیا میں تصویر کو تلاش کیا گیا، اور آخر سراغ لگا یا گیا۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔ اور اب چونکہ قصیں باتیں معلوم ہو چکی ہیں۔ اس لیے موت کو گنگے لگانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"اس کی مزدورت تو نہیں۔ تم لوگ تصویر حاصل کر ہی چکے ہو۔ بس لے کر چلے جاؤ۔ ہماری وجہ سے قصیں بھلا کیا نقصان پہنچ جائے گا۔"

"یہ کہانی تو عام ہو جائے گی۔ لیکن اگر ہم نے اس گھر میں موجود کسی شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑا، تو پھر اس کہانی کو بیان کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔"

"ہوں۔ یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ تو پھر مہربانی فرما کر آپ فوراً جلدی سے اپنا کام کر گزاریے۔" آفتاب نے کہا۔

"یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو آفتاب۔ جہنم بھی ہو۔ یہ کیا کام کرنا چاہتے ہیں۔"

"ارے باپ رے۔ لیکن ہم کبھی کیا سکتے ہیں۔" آفتاب نے گڑبڑا کر کہا۔

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن

ایک بات تو اٹھیں بنا ہی سکتے ہیں۔"

"ایک بات۔ کونسی بات؟"

"ایک بہت اہم بات۔ میں آپ لوگوں کو ہی نہیں، یہاں موجود سب لوگوں کو بتا کر حیران کر سکتا ہوں۔" میں نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"یہ یونہی وقت برباد کرنے کے چکر میں ہیں۔ شاید اس کا خیال ہے کہ مدد آ جائے گی۔ اور یہ بیچ جا بیٹھیں گے۔ حالانکہ مدد کا کوئی امکان نہیں۔" فرغام کے ایک ساتھی نے کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ مدد کا کوئی امکان نہیں۔ تو پھر ان حالت میں ہم اس کا خیال کیوں نہ سن لیں۔" فرغام بولا۔

"مزدور سن لیں۔ بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" ساتھی بولا۔

"چلو بھتی بتاؤ۔ وہ کونسی بات ہے جسے سن کر ہم سب حیران رہ جائیں گے۔" فرغام کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

"دیکھ لیجیے جناب۔" میں مسکرایا۔

"کیا دیکھ لوں۔" وہ جھٹ کر بولا۔

"اس بات کو سننے کے لیے بہت حوصلے کی ضرورت ہے۔" تو کیا تمہارے خیال میں ہم میں حوصلہ نہیں ہے۔ اگر حوصلہ نہ ہوتا تو اس وقت دشمن ملک میں کیوں موجود ہوتے۔" فرغام نے منہ بنایا۔

"ہاں واقعی۔ ان کے حوصلہ مند بننے کیلئے تو یہ بہت کافی ثبوت ہے۔" اشفاق نے اکی ٹانہ "خیر۔ میں ماننے لیتا ہوں۔ ان میں حوصلہ بہت ہے۔ اور اب

میں وہ بات بتانے کی طرف آتا ہوں۔ تو جناب۔ فرغام عرف رشید
یا شیدے صاحب۔ بات صرف اتنی سی ہے۔ کہ۔
میں کہتے کہتے ٹک گیا۔ آنکھوں میں چمک سی لہرا گئی۔ ادھر
فرغام کا منہ بن گیا۔ اس کے سامنے بھی مجھے گھورنے لگے۔ کیونکہ
وہ جلد از جلد وہ بات جان لینا چاہتے تھے ادھر میں ابک۔ ابک
کہ بات کر رہا تھا۔ اور کیوں نہ کرتا۔ مجھے تو وقت گزارنا تھا۔ یہی
ذہن میں تو صرف ایک بات تھی۔ یہ کہ کیا کوئی کاغذ کا پرزہ کسی کے
بھی ہاتھ نہیں لگا۔ کیا ہم واقعی بے موت مارے جائیں گے۔ کب
انکل کاشان با انکل جلالی نور نہیں آئیں گے۔ کم از کم جلالی نور کو تو
فون کرنا چاہیے تھا۔ اور کیا خبر اس نے فون کیا ہو اور لائن کٹی
ہوئی پاکر وہ ادھر آنے کی تیاری میں مصروف ہوں۔ مدد مزدور آئی
چاہیے۔ ورنہ موت اور زندگی میں بہت کم فاصلہ رہ گیا تھا۔ موت
زندگی سے گلے ملنے والی تھی۔
تم پھر رک گئے۔ بات بتاتے بتاتے رک کیوں جاتے ہو۔
فرغام نے تھلا کر کہا۔

”یہ میری بُرائی عادت ہے۔“ میں بولا۔

ایسے میں ایک آواز ابھری۔ ہم اچھل ہی تو پڑے۔



میں اسی آواز کا انتظار کر رہا تھا۔ سہراڑوں نے آتے آتے بہت
دیر کر دی تھی اور ہم مایوس ہو کر رہ گئے تھے۔ خیر خدا کا شکر
ہے۔ سوکھے دھالوں میں پانی پڑ گیا تھا۔ آواز لاڈلو سپیکر پر
گونجی تھی۔

”بھڑار۔ عامر رضا کی کوسٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے
تم لوگ فرار نہیں ہو سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ ہاتھ اوپر اٹھا کر باہر
نکل آؤ۔ لیکن اس سے پہلے ہی اپنا اسلحہ باہر کی طرف اچھال دو
بھڑار کو! پستول وغیرہ اندر نہ رہنے پائے۔ اگر تم لوگوں نے
ہدایات پر عمل نہ کیا تو ہم فائرنگ شروع کر دیں گے۔“

کمرے کے اندر سنا عاری ہو گیا۔ فرغام اور اس کے ساتھیوں کے
چہرے ست گئے۔ ان کی نظریں ہمارے چہروں پر جم گئیں۔ پھر
فرغام کے سامنے نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

”میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ یہ لوگ وقت برباد کر رہے ہیں۔“
”اب۔ اب کیا ہو گا۔“ دوسرا ساتھی بولا۔

”فکر نہ کرو۔ میں انہیں قربانی کا بکرا بنادوں گا۔ جلد ہاتھ
اوپر اٹھا دو۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں
پستول نظر آئے۔

”ہاتھ اوپر اٹھا دیں۔ ارے صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی

ہے۔ پولیس آپ کو ہاتھ اٹھانے کے لیے کہہ رہی ہے۔
"ہائیں نہ بناؤ۔" فرغام غزیا اور ہمارے ہاتھ مشینی انداز
میں اٹھ گئے۔

اس کے بعد وہ ہمیں آگے آگے چلاتے ہوئے کوسٹھی کے اندر
دروازے پر لے آئے۔ پولیس پھاٹک سے ہو کر پہلے ہی چار دیواری
کے اندر آ چکی تھی اور کوسٹھی کے چاروں طرف پھیل چکی تھی۔
فرغام نے مزہ دروازے پر لگا کر کہا:

"کوئی غلط قدم نہ اٹھانا۔ اس وقت شوکی برادرز اندر موجود
ہیں۔ یعنی ہمارے ملک کے چار لڑکے۔ جو سراسر سانی کا کام کرتے
ہیں۔ یہ چاروں ہمارے پستولوں کی زد پر ہیں۔ غلط قدم اٹھانے
کی صورت میں یہ چاروں ہمارے ساتھ مریں گے۔ اگر تم ہمارے
ساتھ انھیں بھی موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہو تو پھر ضرور
فائرنگ شروع کر دو۔"

باہر موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سب
سوچ میں ڈوب گئے ہوں۔ آخر انکل کاشان کی آواز ابھری۔
"شوکی۔ کیا تم واقعی اندر موجود ہو؟"

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اندر موجود ہوں اور نہ
صرف میں بلکہ میرے تینوں بھائی اور عامر رضا صاحب بھی۔ گویا پوری
شوکی برادرز ٹیم اندر موجود ہے۔ اور ہے بھی ان کے رحم و کرم پر۔"

یعنی ان کے پستولوں کا رخ ہماری طرف ہے۔"

"شوکی! جلدی نذر کی غزائی ہوئی آواز سناؤ دی۔"

"ہیس سر۔" میں گھبرا اٹھا۔ یہ بات تو اس وقت معلوم ہوئی
تھی کہ باہر الیکٹر جلالی نذر بھی موجود ہے۔
"کیا تم مختصر بات نہیں کر سکتے؟"
"ضرور کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر ان حالات میں بالکل مختصر جوابات دو۔ ان لوگوں کی
تعداد کتنی ہے۔"

"یہ کل پانچ ہیں۔ چھٹا درمیان میں ٹک رہا ہے۔" میں بولا۔

"درمیان میں ٹک رہا ہے۔ کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ لالچ میں آ کر ان غیر مکینوں کا ساتھ دے بیٹھا
تھا۔ لیکن غیر ملکی اسے دھمکے کے مطابق رقم دینے کی بجائے ہتھیار
ساتھ گولیوں کا نشانہ بنانے پر بالکل تیار تھے۔ اگر آپ لوگ نہ
آ جاتے تو بس بنا ہی دیتے۔"

"اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ تم لوگ ہمارے قبضے میں ہی ہو۔"
فرغام نے جلد آواز میں کہا۔

"کس کی آواز ہے۔" انکل کاشان نے پوچھا۔

"ان کے سرغنہ کی۔ اس کا نام فرغام ہے۔ عامر رضا کے گھر
میں رشید کے نام سے ملازمت کرتا رہا ہے۔ اب ان سب غنڈوں

کا سردار بنا کھڑا ہے۔"

"کیا یہ لوگ وہ تصویر حاصل کر چکے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"ان سے کہہ دو۔ ہمیں تصویر کی کوئی ضرورت نہیں۔ قانونی کارروائی

پوری کرنے کے بعد ہم انھیں جانے کی اجازت دے دیں گے۔"

"تم لوگ ایسا نہیں کر سکو گے۔" فرغام مسکرایا۔

"کیوں۔ کیوں نہیں کر سکیں گے۔"

"اس لیے کہ ہم غیر قانونی طور پر تمہارے ملک میں داخل ہوئے

ہیں۔ سمندر کے راستے۔ تم جہلا جیل بھجوائے بغیر وارنٹ کے۔ جب کہ

اس وقت صورت حال ہمارے کنٹرول میں ہے۔ ان پنچوں کی زندگی

ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم ان کی کن پٹیوں پر ہتھول رکھ کر باہر آ

رہے ہیں۔ اگر کسی نے بھی کوئی حرکت کی۔ تو ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں

میں سونچ کر دیں گے۔ ہمارا انجام تو موت ہو گا ہی۔ اور اگر کوئی

غلط حرکت نہ کی گئی تو ہم سمندر میں پھینچ کر ان لوگوں کو واپس بھیج دیا

گئے۔ کیونکہ ان کی موت سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" فرغام نے

گویا اعلان کیا۔

اس مرتبہ باہر سناٹا مچا گیا۔ فرغام نے ان سب کو سوچنے پر مجبور

کر دیا تھا۔ آخر جہلائی نور کی آواز ابھری۔

"تم یہ اچھا نہیں کر رہے ہو مسٹر فرغام۔"

"تمہاری آواز سے شکست کی بو آ رہی ہے۔ انپکٹر۔ اس کا صاف

مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے حق میں بہت اچھا کر رہے ہیں اور تمہارا

حق میں واقعی اچھا نہیں کر رہے۔"

"آواز سے شکست کی بو۔ جھٹی واہ۔ کمال ہے۔ مسٹر فرغام

تمہیں تو ہماری زبان پر اچھا جہلا عبور حاصل ہے۔"

"میں دنیا کی بہت سی زبانیں بول سکتا ہوں۔" اس نے کہا۔

پھر سرد آواز میں بولا۔

"اب باہر نکلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جہوار کوئی غلط قدم نہ

اٹھانا۔ ورنہ انجام سوائے موت کے اور کچھ نہیں ہو گا۔" یہ کہہ کر

اس نے بائیں طرف رخ کیا۔

"ہم باہر آ رہے ہیں۔ ہمارے راستے سے ہٹ جائیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے دروازہ کھول دیا۔ ہم نے دیکھا

کہمٹی کے اندرونی دروازے کے دائیں طرف انکل کاشان تھے اور

بائیں طرف جہلائی نور۔ ان پر نظر پڑتے ہی ہم نے کہا۔

"السلام علیکم۔"

کیا!!!

"مجھے افسوس ہے شوکی۔ میں یہاں پہنچ کر بھی تم لوگوں کے لیے کچھ نہ کر سکا۔" انکل کاشان بولے۔

"اور نہ میں۔" جلال نور نے کہا۔

"آپ لوگ یہاں تک پہنچنے کس طرح۔"

"ان چٹوں کے ذریعے جو تم لوگوں نے کنکریوں پر لپیٹ کر

چھینکی تھیں۔"

"اوہ۔ تو ہماری یہ ترکیب آخر کار گر رہی۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں بے شک۔ لیکن افسوس۔ فائدہ کچھ بھی نہیں ہوا۔" جلال نور

نے کہا۔

"یہ آپ لوگوں کی غلطی ہے۔ آپ کو سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے

تھا۔ سیڑھیوں کا انتظام کر کے آپ کو مٹی کے اندر اتر سکتے تھے۔"

"ہاں۔ ہم سے واقعی بہت بڑی غلطی ہوئی۔"

"باتیں نہیں۔ صرف قدم اٹھاؤ۔" فرعام غزآیا۔

ہم ان کے پاس سے گزرتے چلے گئے۔ دونوں انکپٹر اور پولیس دم بخود کھڑی رہ گئی۔ وہ ہمارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کرتے تو ہم گولیوں سے نہیں بچ سکتے تھے۔

"آپ نے ایک غلطی کی انکل۔" میں نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

"وہ کیا۔" انکل کاشان بولے۔

"آپ کو چاہیے تھا۔ کم از کم ہمارے والدین کو یہاں لے آتے ہم آخری بار انھیں دیکھ تو لیتے۔"

"کسے معلوم تھا۔ حالات یہ رُخ اختیار کر لیں گے۔"

"آئندہ آپ کبھی حالات پر عبور نہ کر سکیں گے۔ عبور نہ کر سکیں

اللہ تعالیٰ پر کرنا چاہیے۔"

"ہوں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"اچھا۔ اللہ کی مرضی تھی کہ ہم رخصت کے ان لمحات میں

انھیں نہ دیکھ سکیں۔" اشتاق درد بھرے الفاظ میں بولا۔

"بھئی کیوں فکر کرتے ہو۔ ایک آدمہ گھنٹہ بعد ان سے مل

لینا۔" جلال نور نے منہ بنایا۔

"انکپٹر صاحبان۔ آپ لوگوں کے حق میں بہتر یہ ہو گا کہ میں

ایک جیپ دے دوں۔ پولیس جیپ۔ اس میں ہم اور بھی آسانی

سے جا سکیں گے۔"

"ہل - لیکن - پرہیز جیپ تم لوگوں کو کس طرح دی جا سکتی ہے۔" جلال نور نے جتنا کر کہا۔

"کیوں نہیں دی جا سکتی۔ بہت آسانی سے دی جا سکے گی۔ اگر جیپ نہ دی گئی تو ان میں سے ایک کو ہم یہیں ڈھیر کر دیں گے۔ فرغام کا لمبہ خوفناک ہو گیا۔

"دو - دے - دیجیے - خدا کے لیے انھیں جیپ دے دیجیے۔ اخلاق کاٹ کر بولا۔

"اچھا لے جاؤ۔ وہ سامنے والی جیپ۔" انکل کاشان جلدی سے بولے۔

"مسٹر کاشان - یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" اور ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" انکل کاشان نے تیز لہجے میں کہا اور جلال نور جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔

فرغام کے ساتھی ہیں لے کر جیپ کے پچھلے حصے میں بیٹھ گئے۔ فرغام نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال - پھر بلند آواز میں بولا۔

"جزدوار اقام میں سے کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کرے۔ جہاں ہے۔ وہیں رہے۔ اگر کسی جیپ میں تعاقب کرنے کی کوشش کی گئی تو ان لوگوں کو اسی وقت ختم کر دیا جائے گا۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی جیپ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور

ہوا ہو گئی۔ رات کافی گزر گئی تھی۔ شہر سو رہا تھا، سرد کیوں

سنان تھیں۔ ایسے میں جیپ زیادہ سے زیادہ تیز رفتاری سے دوڑائی جا سکتی تھی۔ ہم نے جیپ کے پیچھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ لیکن کوئی بھی گاڑی آتی نظر نہ آئی۔ گویا انکل کاشان اور جلال نور ہمارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکے تھے۔



"ہم ایک بار پھر بے یار و مددگار رہ گئے۔" میں بڑبڑایا۔ "اللہ کو اسی طرح منظور تھا۔ ہم بے چارے کر ہی کیا سکتے ہیں۔" اشفاق نے کہا۔

"بھئی گھبرانے کی کیا بات ہے۔ سمندر کے کنارے پہنچ کر یہ لوگ آخر یہیں چھوڑ ہی دیں گے۔"

"اس خوش فہمی میں رہنا ٹھیک نہیں۔ یہ لوگ یہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس بات کا اظہار یہ پہلے ہی کر چکے ہیں۔ ان جن لوگوں کو مارنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ انھیں ساتھ لے کر آئے ہی نہیں۔ مثلاً جامو۔ شاہ لالہ اور عدنان۔ یا پھر شاید اس لیے نہیں لائے کہ کہیں زیادہ آدمی ان کے لیے کوئی مسئلہ نہ بن کر دیں۔"

"سہول۔ بات کچھ بھی ہو۔ جہیں اس سے کیا۔ سوال تو یہ ہے

کہ ہم کیا کریں۔

”ایسے لمحات میں اللہ کو یاد کرنے کے سوا کیا کر سکتے ہیں۔“

”اس سے اچھی تجویز بھلا کیا ہوگی۔ آؤ۔ اللہ کو یاد کریں۔“

اور ہم واقعی ذکر اللہ میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ ساحل

پر پہنچ گئے۔ یہ ایک سنان ساحل تھا۔ دور دور تک کوئی لاپنج

یا کشتی موجود نہیں تھی۔

”یہاں تو کوئی کشتی نہیں۔ لاپنج نہیں۔ آپ لوگ کس طرح جا رہے

ہے۔“ میں نے حیران ہو کر کہا۔

”فکر نہ کرو۔ انتظام ہو جائے گا۔“ یہ کہہ کر اس نے جیب سے

ایک ٹارچ نکالی اور اس کی روشنی سمندر کے طرف مارنے لگا۔ وہ

تقریباً تین منٹ تک ایسا کرتا رہا۔ پھر ایک لاپنج بہت دور سے

آئی نظر آئی۔ ہم نے مڑ کر دیکھا اور دل بیٹھتے محسوس کیے۔ کیونکہ

اس طرف سے ہماری مدد کے لیے کوئی نہیں آ رہا تھا۔

”دیکھا۔ آگئی نا لاپنج۔“

”ہاں۔ مسٹر فرغام۔ تمہارا انتظام واقعی بہت زبردست ہے۔“

ہماری ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ گئیں۔ ”اشفاق نے سر

آہ مہری۔

”اے۔ مہال جان۔ وہ ایک بات تو رہی تھی۔ جو آپ

کوٹھی کے اندر ہم سب کو بتانے والے تھے۔ میں اسی وقت پولیس

آگئی تھی۔ اور وہ بات درمیان میں رہ گئی تھی۔“

”ارے ہاں۔ اسے تو ہم بھول ہی گئے۔“ فرغام کی آواز سانی

ہوئی۔

”اب بتانے کا کیا فائدہ۔ موت قریب ہے۔ میں اللہ کو یاد کر رہا

ہوں۔ باتوں میں وقت کیوں ضائع کروں۔ مجھے پریشان نہ کرو۔

جو کچھ تمہیں کہنا ہے۔ کر گزرو۔“

”میں۔ پہلے تمہیں وہ بات بتانا ہی ہوگی۔“ فرغام بھی اڑ گیا۔

”نہیں بتاؤں گا۔“ میں تھکا کر بولا۔

”اچھا خیر۔ دیکھتا ہوں۔ کیسے نہیں بتاتے۔“ وہ بھی جھٹا اٹھا۔

”اگر زبردستی کرو گے تو میں اس بات کی بھانے کوئی اور بات

بتا دوں گا۔ اس صورت میں تم کیا کرو گے۔ ویسے بھی تم ہمارا کچھ

نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے۔ موت کے گھاٹ اتارنے چلے ہو۔ اور

کیا کرو گے۔“ میں نے جلدی جلدی کہا۔

”تم ابھی بچے ہو۔ میرے پاس بہت ترکیبیں ہیں۔“

”اتنے میں لاپنج نزدیک آ چکی تھی۔ سب کے سب لاپنج کی طرف

بڑھے۔ ہمیں بھی دھکیلا جانے لگا۔ آخر لاپنج پر سوار کر لیا گیا۔

”آخر آپ ہمیں ساتھ لے جا کر کیا کریں گے۔“ میں نے جھٹا

کر کہا۔

”پروگرام تو یہی تھا کہ ساحل پر ہی تم لوگوں کو گریباں مار دیا

جائیں۔ لیکن۔ اب میں نے اس میں ذرا تبدیلی کر دی ہے۔

"تبدیلی کی ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی۔"

"وہ بات معلوم کرنے کے لئے ایسا کرنا پڑ رہا ہے۔ اگر تم

میں بتا دو تو ہم تمہارا کام یہیں کر دیں گے۔" ورد سمندر میں
دوب کر مڑا ہو گا۔ دیکھ لو۔ کونسی موت مرنا پسند کرو گے۔

"کیوں بھی۔ کیا خیال ہے۔" میں نے ان کی طرف دیکھا۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی جواب دینے کے موڑ میں نہیں تھا۔ ان کے
تو چہرے ہوا ہو رہے تھے۔ یوں۔ ہوا تو میرا بھی ہو رہا تھا۔

"میرا کوئی سامعنی جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں۔ اس لیے ہم

لاپنج پر ہی سوار ہونا پسند کریں گے۔ ذرا دیکھیں تو سہی۔ تم وہ

بات کس طرح معلوم کر سکتے ہو۔"

"چلو یونہی سہی۔" فرغام مسکرایا۔

لاپنج سمندر میں آگے بڑھتی گئی۔ جب ساحل نظروں سے

اوجھل ہو گیا تو فرغام نے کہا،

"اب رقت آ گیا ہے کہ تم وہ بات بتا دو۔"

"کیسے بتا دوں۔"

"چلو مجھے۔ اس کے چھوٹے بھائی کو اٹھا کر سمندر میں پھینک

دو۔ یہ نہیں بتا رہا۔"

فرغام کا ایک دیوہیکل سامعنی آفتاب کی طرف بڑھا۔ میں

کانپ اٹھا اور چلا کر بولا۔

"ارے ارے۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ ٹھہرو۔ بتانا ہوں۔ اس

بات کو چھپا کر بھی کیا حاصل۔ ہاں تو مسٹر فرغام عورت رشیدہ بلکہ

شیدہ۔ تمہارا نام دراصل کچھ اور ہے۔"

"کیا مطلب؟"

عامر رضا کے منہ سے نکلا۔ موت کے غنم میں ہم نے حیرت

کو بھی شامل ہوتے دیکھا۔ تاہم اشتقاق، اخلاق اور آفتاب حیران

نظر نہیں آ رہے تھے کیونکہ میری طرح وہ بھی یہ اندازہ لگا چکے تھے۔

"جی ہاں! ان حضرت کا اصلی نام کچھ اور ہی ہے۔ کیوں جناب

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

"حیرت ہے۔ تم نے یہ بات کس طرح جان لی۔ تم اتنے

ذہین نظر تو نہیں آتے۔" فرغام بولا۔

"آخر۔ آخر یہ کون ہے۔" عامر رضا نے چیخ کر کہا۔

"مسٹر پیکاڈے۔"

"کیا!!!" عامر رضا چلا اٹھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھل

گئیں۔ اور کچھ اس انداز سے پھیل گئیں کہ وہیں بولا۔ محسوس ہوا۔

اب اس کے چوڑے آپس میں کہیں نہیں مل سکیں گے۔

”اور اب اس مہم کا آخری مرحلہ۔ ان سب کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دو۔ اس نے حکم دیا۔“
”ارے ارے۔ تو کیا آپ واقعی ہمیں سمندر میں پھینک دیں گے۔“

”تو کیا میں اب تک مذاق کرنا رہا ہوں۔“
”وو۔ دیکھیے جناب۔ ہمیں تیرا نہیں آتا۔“
”تیرا آتا تو بھی تم کیا کر سکتے تھے۔ اب لاپنج ساحل سے اس قدر دور ہو چکی ہے کہ تم تیر کر بھی ساحل تک نہیں پہنچ سکتے۔ لہذا تم لوگوں کو اب مرنا ہی پڑے گا۔“
”اں۔ تم کتنے ظالم ہو۔ کیا ایک فنکار اتنا ظالم بھی ہو سکتا ہے۔“
”ہاں۔ اگر تصویر نہ چرائی جاتی تو مجھے بھی یہاں آنے کی ضرورت نہیں تھی۔“

اس کے سامنے ہم سب کی طرف بڑھنے لگے۔ اب ہم بڑی طرح کاٹھپڑ رہے تھے۔ اور پھر ہمیں اٹھا کر پھینک دیا گیا۔ ذرا دار چھپا کے ہوئے۔ میں اسی وقت ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ آنا کہ ہمیں اپنے کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہوئے۔ اور ساتھ ہی ہمارے ذہن تاریکیوں میں ڈوبتے چلے گئے۔ گویا ہم موت کی گرد میں چلے گئے تھے۔ لیکن آنکھ کھل تو پتا چلا۔ وہ موت کی گرد نہیں تھی۔ ایک آبدوز کی گرد تھی۔ جس نے دشمنوں کی لاپنج کے نیچے پہنچ کر اسے

دھماکا

کتنے ہی لمحے گزر گئے، آخر عامر رضا کے لب ہلے۔
”اں۔ لیکن۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مبصّر خود ہی اپنی تصویر کی تلاش میں نکل کھڑا ہو۔ یہ کام تو جاسوسوں کا ہے۔ اور مسٹر پیکاڈے جاسوس نہیں ہیں۔“
”اں! میں جاسوس نہیں ہوں۔ لیکن جاسوسوں کے ناکام ہونے کے بعد میں تصویر کی تلاش میں نکلا تھا اور کامیاب رہا۔“ اس نے کہا۔

”کیا یہ بات عجیب نہیں کہ جاسوس تو ناکام ہو جائیں اور ایک غیر جاسوس کامیاب۔“ عامر رضا بولا۔
”اں! یہ عجیب بات ضرور ہے، لیکن ناممکن نہیں، اور پھر میں نے یہ مہم شروع کرنے سے پہلے بہت ہی ذہین جاسوسوں سے مشورہ کیے تھے۔ ایسے جاسوسوں سے جو اس مہم میں حصہ نہیں لے سکے تھے۔“
”ہوں۔ خیر۔ یہ آپ کا معاملہ ہے، ہم کیا جانیں۔“

خوفناک تصویر کا انعامی سوال

س: شوکی برادرز اخبارات میں کس چیز کو دیکھ کر چونکے تھے؟



۲۵۰/ روپے کا نقد انعام درست موصول ہونے والے تمام جوابات کی قرعہ اندازی کے بعد دیا جائے گا۔ اپنا جواب بالکل الگ کاپی سائز کا غڈ پر لکھیں۔ جواب کے نیچے اپنا نام اور پتا ضرور لکھیں، ورنہ مقابلے میں شامل نہیں ہو سکیں گے۔

(اداکار)

اڑا دیا تھا اور ہمیں اپنے اوپر سوار کر لیا تھا۔ اور اب ہم پولیس ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ فوٹوگروں کی ایک ٹیم نے ہمیں ہوش میں لانے کی بھرپور کوششیں کی تھیں۔ دشمنوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب تصویر سمیت فنا ہو گئے تھے۔ گویا تصویر کا قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا تھا۔ عام رضا البتہ بہت اداس تھا۔ اس لیے کہ اس کے دس لاکھ ضائع ہو گئے تھے۔ لیکن اس میں قصور بھی تو اسی کا تھا۔ اس نے چوری کی چیز خریدی ہی کیوں تھی۔ اور ہم اس وقت اگر زندہ سلامت مسکوارہے تھے تو ان چٹوں کی وجہ سے جو کلکریوں پر لپیٹ کر پھینکی گئی تھیں۔ پولیس ہیڈ کوارٹر کے باہر اخباری رپورٹروں کی ایک فوج ہمارے انتظار میں کھڑی تھی۔ ابھی ہمیں اس فوج سے بھی نبھنا تھا۔ اور ہم دل ہی دل دھلے جا رہے تھے۔

موت کو دعوت کا انعام

جواب یہ تھا :

یہ کہ اس کا دس ہزار روپے کا بانڈ نکلا ہے۔



موصول ہونے والے تمام درست جوابات کی قرعہ اندازی کے بعد انعام کی مستحق:

فرح ناز۔ معرفت سجاد حسین مہران ہاؤس ڈرگ کالونی۔
کراچی۔ ۲۵۰ روپے قرار پائیں۔ انہیں مبلغ ۲۵۰ روپے بطور
انعام روانہ کیے جا رہے ہیں۔

(ادارہ)

خطوط کے آئینے میں

نوٹ : پہلے تین خط انعامی قرار پائے۔ مبلغ ۲۵۰ روپے
فی کس نقد انعام روانہ کیا جا رہا ہے۔

پیلے اکل اسلام علیکم۔

امید ہے، مزاج شریف شریف ہی ہوں گے۔ ابھی آج تک تو
سنا تھا کہ میرا میرے کو کاٹتا ہے، اب معلوم ہوا، لوہا بھی لوہے کو کاٹ سکتا
ہے، وہ بھی محمود کے چاقو والا۔ ویسے آپ کی عقل کی بھی داد دینا پڑتی
ہے۔ کیسی کیسی منطقیں نکال لاتے ہیں آپ۔ کیسے کیسے نئے فارمولے
ایجاد کر لیتے ہیں اور اتنی دور کی کوٹری لاتے ہیں کہ سبحان اللہ۔ ویسے
ایک بات ہے۔ خدا! آسمان کو زمین سے نہ ملایا کریں، کیونکہ اس سے
ہمارے ذہنوں میں قیامت سی طمع جاتی ہے۔ ہم سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ
یا میرے مولا ایسا بھی ہوتا ہے۔

محو حیرت ہوں کہ ناول کہاں سے کہاں لے جائیں گے
حقیقت پسندی ابھی چیز ہے، اختیار کر لیں، مشورہ مفت ہے، اگر
نہیں کریں گے تو گھی کو اٹی اٹھیں گے سے نکالنا پڑے گا۔ آپ کے ناول

پڑھتے وقت ہم سر تا پیر حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں، جبکہ کراچی سے بہت دور ہیں۔ نیا ناول نوٹ بک قابل تعریف ہے۔ واقعی ہم نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔
مہتاب اشفاق معرفت ٹراکٹر اشفاق احمد ۲۵۱ چوک کھجور والا —
اسلام پورہ، سرگودھا۔

پیارے اکل اسلام علیکم۔

ارے بھائی غضب خدا کا — یعنی کہ اب تمہارے ناولوں کی ایسی نت پڑ گئی ہے کہ جب تک سو پچاس صفحے پڑھ نہ لوں کھانا منہ نہیں ہوتا۔ میں تو گویا تمہارے نسخوں سے سرطان کے دائمی مریض کی طرح چٹا رہتا ہوں۔ ایک زمانہ تھا جب امیر حمزہ اور عمر و عیار کی داستانیں پڑھ کر وجد میں آجایا کرتا تھا۔ اب آپ کے کرداروں کے کارنامے پڑھ کر حیران ہوا کرتا ہوں۔ پہلے عمر و کی تیز رفتاری پر ناز کیا کرتا تھا، اب رے راما کی سبک رفتاری پر حیران ہوتا ہوں۔ پہلے افرا سیاب کے جادو پر دھک سے رہ جاتا تھا، اب تو اب سلاٹر کی آنکھوں کی طاقت پر آنکھیں پٹی کی پٹی رہ جاتی ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ کہ پچھلے زمانے کی دلکش داستانوں کو آپ نے دور جدید کے کارناموں سے بڑی خوبی سے بدل دیا ہے۔ ہمارے محبوب کرداروں کی نت نئی شراتیں، حقیقتیں، تہمتیں اور مسکراہٹیں یہیں ایک ایسی دنیا کی سیر کراتی ہیں، جہاں خوشی کا ایک سمندر موجزن ہے، وہاں کا ہر فرد ایک جہنت

آباد کیے ہوئے ہے۔ ایسے ناولوں میں بھلا کون ڈوب جانا نہ پسند کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے قارئین کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ سے جلتے بھی ہیں، لیکن آپ فکر نہ کریں ان کے منہ خود بخود بند ہو جائیں گے۔
ندیم اقبال ۱۷۸۔ ڈی بلاک، گلشن اقبال، کراچی۔

اکل اشفاق، اسلام علیکم۔

آپ کا نواں خاص نمبر پڑھا۔ پڑھ کر ایسا لگا جیسے میں کوئی صحرا کا مسافر ہوں اور مجھے کوئی غلستان نظر آ گیا ہے۔ جیسے میں پانی دھرتی ہوں اور مجھ پر اچانک موسلا دھار بارش ہو گئی ہے یا جیسے میں کسی گلستان میں داخل ہو گیا ہوں جسے اس کے مالی نے بڑے پیار سے بنایا ہے۔ اس گلستان کے پودوں، پھولوں اور پتوں وغیرہ میں ایک نیا نکھار تھا۔ اس گلستان کی بیل کے گیت سن کر مجھ پر بے خودی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ خدا کرے، آپ کے ناول پڑھ کر ہزاروں انیکٹر، ٹیڈ اور انیکٹر کا سران مرزا پیدا ہو جائیں۔ فقط :
منظر حسین ۱۷۲۔ ڈی سٹیٹس ٹاؤن، گوجرانوالہ۔

مکرمی بھائی اشفاق احمد اسلام علیکم۔

آپ کا ناول وادی مرہان میں نے پڑھا۔ وادی مرہان ناول ایک

مقدس تحریک کا ترجمان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عاقبت کا اسے زاوِ راہ بنائے گا۔
والسلام

عبد الرشید حنیف۔ ناظم ادارہ علوم اسلامی سمن آباد جھنگ صدر۔

ڈیر باتونک برین ولے اکل جی، پر خلوص سلام قبول ہو۔
آپ کے تمام ناول پڑھ لینے کے باوجود غیریت سے ہوں۔ اکل جب میں
انگلستان میں تھی تو میری کزن آپ کے ناول ہر ماہ مجھے بھیجتی تھی۔ اب میں پچھلے
چھ ماہ سے یہیں ہوں اپنے وطن میں، مجھے اردو کم آتی ہے۔ امید ہے، آپ
معاف فرمائیں گے۔

آپ کے ایک ناول سے بے حد متاثر ہوئی ہوں۔ وہ ناول ہے، 'لوہے
کی لڑکی'۔ میں نے اسے جتنی مرتبہ بھی پڑھا، ایک نیا لطف آیا۔ مجھے آپ
سے ملنے کا بہت شوق ہے، لیکن شاید آپ کراچی والوں سے ناراض ہیں،
آخر کیوں؟ امید ہے، اپنی بزم میں جگہ دیں گے۔ فقط :

بشری رحمان معرفت ایم۔ ایچ رحمن مہاراشٹر روڈ، کراچی ۲۰



مشہور و معروف مصنف اشتیاق احمد
کے سنسنی خیز، ہنگامہ آرا، مزاح اور جاہلوسی سے
بھر پور ناول!



اس	۱۱۶	نوکھی چال	۶/-	ایکٹر مشید میرزا
ماہ	۱۱۷	جمال کا جوب	۶/-	()
کے	۱۱۸	ایک سڑک	۶/-	ایکٹر عمران مرزا میرزا
ناول	۱۱۹	خون کا تقویر	۶/-	(شو کے میرزا)



آئندہ
ماہ
کے
ناول
۱۲۰
جسزیرے کا سمندریہ ۳۰/-
محسود فاروقی، فرناز، ایکٹر جمشید
آفتاب آصف، فرحت، ایکٹر عمران مرزا
اور شو کے برادرز کا مشترکہ کارنامہ



اشتیاق پبلیکیشنز راجپوت مارکیٹ اردو بازار لاہور
A. Sattar